

نصرة الابرار بتحقیق روایت مالك الدار

ڈاکٹر محمد آفاق بن شوکت علی فاروقی

تیرے قدموں میں جو ہے

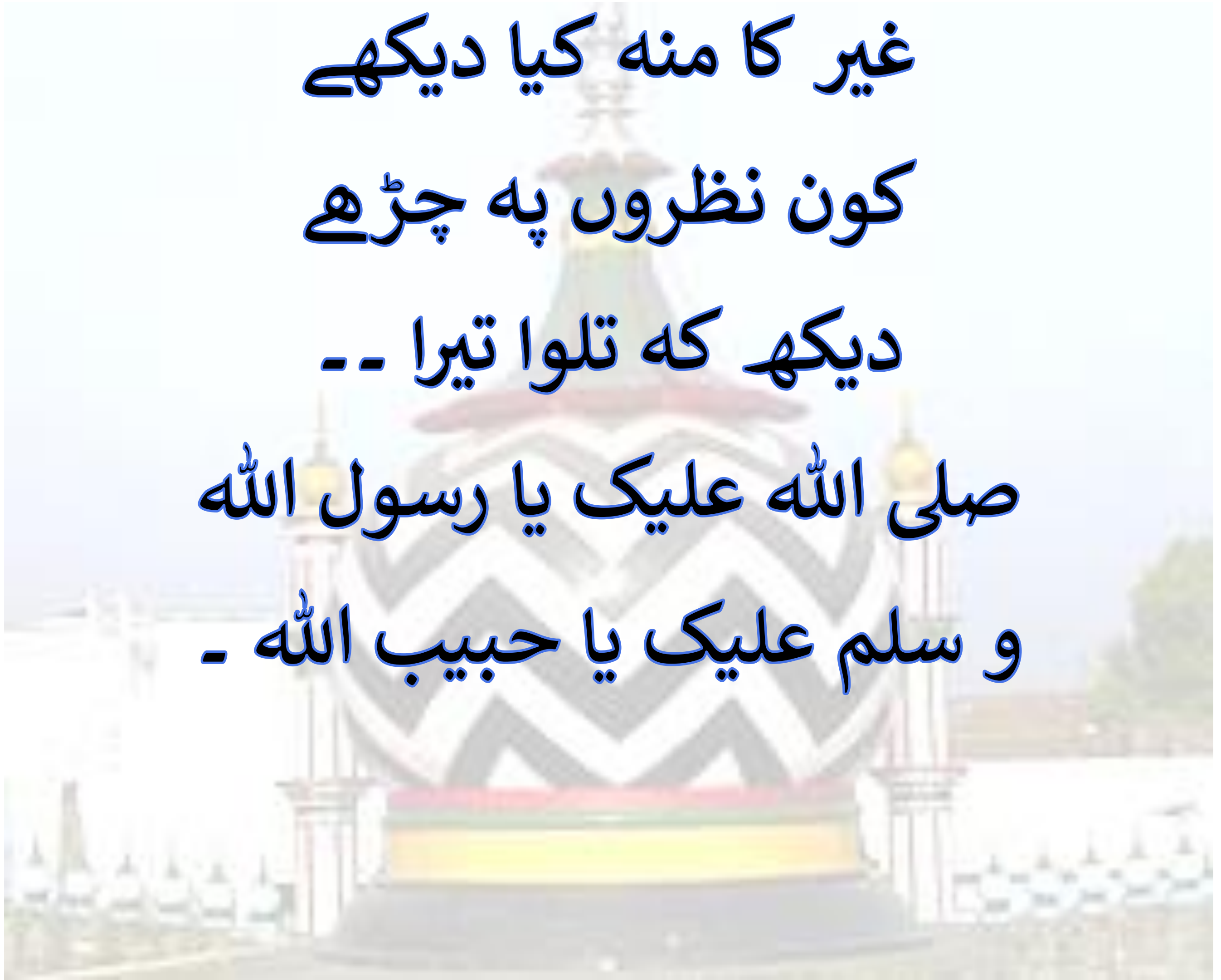
غیر کا منہ کیا دیکھے

کون نظروں پہ چڑھے

دیکھ کہ تلوا تیرا ۔۔

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

و سلم علیک یا حبیب اللہ ۔



-

الإهداء والانتساب

میں اپنی اس تحریر کو اپنے والدین ، اہل و عیال اور اپنے پیر و مرشد حضور تنویر ملت حضرت علامہ مولانا السید تنویر ہاشمی صاحب حفظہ اللہ کی طرف منسوب کرتا ہوں ۔ اور اپنے اساتذہ و دوست و احباب کے نام سے بھی منسوب کرتا ہوں جنھوں اس تحریر میں بلواسطہ یا بلا واسطہ میری مدد کی ۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اجر عظیم سے نوازے اور ان کی دنیا و آخرت کو سنوار دے ۔

آمین بجاہ النبی الامین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

ڈاکٹر محمد آفاق بن شوکت علی فاروقی ۔

توسل کی مشہور حدیث مالک الدار کا تحقیقی جائزہ ۔۔

عرض مؤلف

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ و أصحابہ و أولیاء امتہ و علماء اھل السنہ اجمعین اما بعد.

الحمدللہ اہل سنت والجماعت کے تمام تر عقائد قرآن و سنت سے ثابت ہے ۔ مگر بعض گمراہ فرقوں کا جب سے وجود ہوا ہے (انگریزوں کے دور سے)۔ تب سے ان حضرات نے امت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے ۔اور امت کو بعض فروعی اور اعتقادی اختلافات میں اس قدر الجھا کر رکھ دیا ہے کہ امت اب ہر چھوٹے بڑے مسلہ میں شبہات کا شکار ہو چکی ہے ۔ یہاں تک کہ عوام میں صحیح و ضعیف حدیث کا نارہ لگا لگا کر صحیح احادیث اور اجماعی مسائل کا بھی منکر بنا دیا گیا ہے ۔ جب کہ امت کے ہزاروں اماموں میں سے کسی ایک امام نے بھی اسکا انکار نا کیا ہے ۔

ان تمام مسائل میں سے ایک معروف مسلہ توسل و وسیلہ بھی ہے جس میں وہابی حضرات نے امت کو کافی پریشان کر رکھا ہے ۔ اس لئے الحمدللہ ہم نے اس مسلہ کی ایک مشہور حدیث کی غیر جانبدار تحقیق کی کوشش کی اور اس پر وہابیوں کے اعتراضات بھی پڑھے اور یہ بھی دیکھا کہ ایسے اعتراضات جب کوئی ایسی حدیث میں ہو جس سے ان کو فائدہ پہنچتا ہو تب یہ کیسے حربے اپناتے ہوئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے ۔ اس کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ حدیث خود وہابیوں کے اصول پر پوری اترتی ہے ۔ اور اس پر لگائے تمام تر اعتراضات محض بغض و عناد اور ان کے نفس کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے ہے ۔۔

ان شاءاللہ اب اس حدیث کی صحت پر تحقیق پیش کرنے لگا ہوں جس میں اعتراضات کے جوابات بھی شامل ہونگے تاکہ بات واضح ہو اور کسی قسم کا کوئی اشکال نہ رہ جائے ۔ بالخصوص ہم نے اس تحریر میں الزامی جوابات کا خیال رکھا ہے ۔ اور منکرین توسل کے اعتراضات کے جوابات ان کے گھر کی کتب سے دیا ہے تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے ۔

نوٹ: میں کوئی عالم یا مفتی نہیں اسلئے اس تحریر کی کوئی عبارت یا کوئی حوالہ یا کوئی استدلال اہلسنت کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی قابل قبول ہوگا اور نہ ہی اس کا جواب ہم پر لازم ہوگا ۔
مسلہ کی شروعات سے قبل اسلاف کی برکات حاصل کرنے کے لئے سلف میں سے ایک امام علامہ تقی الدین سبکی الشافعی رحمه الله کا قول نقل کرنا چاہتا ہوں ۔ تاکہ اسلاف کی برکتیں بھی شامل ہو جائے اور زہننوں سے یہ اشکال بھی دفع ہو جائے کہ یہ عقیدہ امام احمد رضا خان قادری رحمة الله علیه نے اپنی طرف سے گڑھا تھا بلکہ یہ وہ عقیدہ ہے جو صحابہ کرام سے اسلاف اور اسلاف کے ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے ۔

امام تقی الدین سبکی الشافعی رحمه الله المتوفی :756 ھ فرماتے ہیں

اور اسی طرح اس)یعنی حضرت عمر فاروق رضی الله عنه کا توسل والا واقعہ جو حضرت عباس رضی الله عنه کے وسیلہ پر ہے (سے تمام صالحین سے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا مسلمانوں نے انکار نہیں کیا بلکہ صرف فرقوں میں سے ایک بدعتی فرقہ نے)وسیلہ کا انکار کیا "

(شفاء السقام: ص 377)

(دار الکتب العلمیه بیروت2008)

ایک اور مقام پر امام سبکی رحمه الله لکھتے ہیں ۔

اور میں کہتا ہوں کہ توسل ہر حال میں جائز ہے پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں " بھی اور دنیا میں حیات کی مدت میں بھی اور موت کے بعد برزخ کی مدت میں بھی اور قیامت و جنت کا وقت قائم ہونے کے بعد بھی اور یہ تین طریقوں پر ہے ۔

(شفاء السقام -ص 358)

سبحان الله ۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمه الله کی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ توسل کا انکار کرنے والے بدعتی ہے نہ کہ توسل ماننے والے ۔

اور یہ بات بھی زہن رکھے کہ یہ کسی آج کہ مولانا یا مفتی کا قول نہیں ہے بلکہ آج سے قریب قریب 700 پہلے کے امام ہے جو امام احمد رضا خان قادری رحمة اللہ علیہ سے کافی عرصہ پہلے کے امام ہے ۔

ذیل میں ائمہ کرام سے تصحیح حدیث مع حوالہ درج کئے جارہے ہیں ، اس سے قبل غیر مقلدین کے محدث عصر زبیر علی زئی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں ۔۔

اور ظاہر ہے کہ حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا دارومدار محدثین کرام پر ہے ۔ "

(انوار الطریق - ص 5, زبیر علی زئی)

عرض ہے مذکورہ حدیث کو وہابیوں کی پیدائش سے قبل محدثین میں سے کسی نے بھی موضوع تو درکنار کسی نے ضعیف تک بھی نہیں کہا ہے ۔۔ اس کے برعکس ائمہ کرام کی جماعت نے ہر دور میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے ۔ الحمدللہ ۔۔ لہذا اس اصول کے مطابق بھی یہ روایت صحیح اور اس روایت پر اعتراض باطل و مردود ہے
زبیر علی زئی صاحب تو مر کر مٹی میں مل چکے ہیں کم از کم ان کے پیروکار کو چاہئیے کہ ان کے مذکور اصول کے تحت اس حدیث کو صحیح و ثابت مان لیں ۔

بعد از وصال ظاہری حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اور صحیح حدیث ۔

حدثنا أبو معاويةَ عن الأعمش عن أبي صالحٍ عن مالك الدار

وكان خازنَ عمر على الطعام – قال: أصاب الناس قحطٌ في زمنِ عمرَ فجاءَ رجلٌ إلى قبرِ النبيِّ صلَّى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله، استسقِ لأمتك فإنهم قد هلَكُوا ، فأُتِي الرجلُ في المنام ، فقيل له: ائت عمرَ فأقرِئْهُ السَّلام وأخبره أنكم مَسقِيُّونَ وقل له: عليك الكيس عليك الكيس فأتى عمر فأخبره فبكى عمرُ ثم قال: يا ربِّ لا آلوا إلا ما عجزتُ عنه

ترجمہ :حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ۔

حضرت عمر)بن الخطاب(رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے ۔ پھر ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہے ۔ پھر خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور فرمایا کے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر اسے میرا سلام کہو اور اسے خبر دو کے تم عنقریب ، سیراب کئے جاؤگے اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ فہم سے کام لو فہم سے کام لو پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا :اے میرے رب !میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس " سے میں عاجز ہوتا ہوں ۔

اس حدیث کو کئ ائمہ و محدثین کرام نے اپنی اپنی کتاب میں نقل یا ذکر کیا ہے ۔ ذیل میں ان کے نام ذکر کئے جارہے ہیں ۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد 12 ,31/32

امام ابن ابی شیبہ ، میلاد 159 ، المتوفی 235 هجری

دلائل النبوۃ جلد 7 ، 47 امام بیہقی ، المتوفی 458 هجری

الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، جلد 2 ,464

لابن عبدالبر ،میلاد 368, المتوفی 463 هجری

کتاب الارشاد جلد 1 ,313/314 ..لامام الخلیلی ، المتوفی 446 هجری .

فتح الباری شرح صحیح البخاری ، جلد 2 ,413 امام ابن حجر عسقلانی ، 852 هجری

شفاء السقام فی زیارۃ خیرالانام ، 130 امام تقی الدین سبکی ، 683- 756 هجری

البدایه والنهایه ,جلد 7 ,101.علامه ابن کثیر ، 774 هجری

جامع المسانید ، مسند عمر ,جلد 1 ,223 ,علامه ابن کثیر ،774هجری

تاریخ ابن عساکر ,جلد 56 ,42 ,امام ابن عساکر ، المتوفی 571 هجری

الاصابه جلد 6, ص 164 ,لامام ابن حجر عسقلانی ، 852 ھ

تاریخ ابن ابی خیثمة ,جلد 2 ,ص 80 ,امام ابی بکر أحد ابن ابی خیثمة ، المتوفی 279 ھ

المواهب اللدنیة ,جلد 4, 276ص ,امام قسطلانی ، المتوفی 923 ھ

شرح علی المواهب ,جلد 11, 150/151 ص ,امام زرقانی ، المتوفی 1055 ھ

خلاصة الوفاء بأخبار دارالمصطفی،جلد 1 ,ص 417 ,علامه السمهودی ,المتوفی 911 ھ

تاریخ الکبیر مختصرا ,جلد 7 ، ص 304/305 ,امام بخاری،المتوفی 256 ھ

مختصر تاریخ دمشق ,جلد 24 ، ص 64 ,ابن منظور ، میلاد 1233 ھ

الجوهر المنظم ص 152 ,153 ,علامه ابن حجر الهيتمی ،المتوفی 973 ھ
سئیر اعلام النبلاء ,سیرة عمر بن الخطاب ،امام الذهبی ، المتوفی 748 ھ
حجة الله علی العالمین ,573/574 ص ,علامه یوسف بن اسماعیل النبهانی ، میلاد 1265 ھ
تاریخ الاسلام ,عهد خلفاء الراشدین ،ص 273، المتوفی 748 ھ
کنز العمال ، جلد 8 ,431ص ,علامه علاءالدین علی المتقی الهندی ,المتوفی 975 ھ
، حاشیة العلامه ابن حجر الهیتمی علی شرح الإیضاح فی المناسك ، ص,500 ,علامه ابن حجر الهیتمی المتوفی 973 ھ
الفتوحات الربانیة علی اذکار النواویة ، ص 25/26 ,علامه محمد علی بن علان البکری الشافعی ، 996- 1057 ھ
دفع شبه من شبه و تمرد ،ص 139/140 ,امام تقی الدین ابی بکر الحصنی الدمشقی ، المتوفی 829 ھ
التوسل و احکامه و انواعه ، 70/71 ,محدث شیخ محمد عابد السندی ، 1190 تقریبا - 1257 ھ
اقضاء الصراط المستقیم ،جلد 1 ,ص 735 ,مکتبه الرشد ، ریاض

ابن تیمیه حرانی

ذیل میں ائمه کرام سے تصحیح حدیث مع حواله درج کئے جارہے ہیں ، اس سے قبل غیر مقلدین کے محدث عصر زبیر علی زئی کا حواله ملاحظه فرمائیں، لکھتے ہیں ۔۔

اور ظاہر ہے که حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا دارومدار محدثین کرام پر ہے ۔ "
(انوار الطریق - ص 5, زبیر علی زئی)

عرض ہے مذکوره حدیث کو وہابیوں کی پیدائش سے قبل محدثین میں سے کسی نے بھی موضوع تو درکنار کسی نے ضعیف تک بھی نہیں کہا ہے ۔۔ اس کے برعکس ائمه کرام کی جماعت نے ہر دور میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے ۔ الحمدللہ ۔۔ لہذا اس اصول کے مطابق بھی یه روایت صحیح اور اس روایت پر اعتراض باطل و مردود ہے

زبیر علی زئی صاحب تو مر کر مٹی میں مل چکے ہیں کم از کم ان کے پیروکار کو چاہئیے که ان کے مذکور اصول کے تحت اس حدیث کو صحیح و ثابت مان لیں ۔

مزید ایک غیر مقلد محدث ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مطلب کی ایک روایت پر موضوع کے اعتراض کے جواب میں کیا لکھتے ہیں ان کے مذہب کے دو رنگی تصویر بھی دیکھئے ۔ لکھتے ہیں۔

اگر اسے موضوع قرار دیا جائے ، جیسا کہ عصر حاضر یا ماضی قریب کے متعصبین " حنفیہ اس جرأت کا مظاہرہ فرما رہے ہیں تو بتلایا جائے کہ اس "موضوع "پر علامہ ابن دقیق العید ، علامہ زیلعی ، حافظ ابن حجر کی خاموشی چہ معنی دارد ، کیا موضوع روایت سے استدلال درست ہے ؟ کیا متقدمین میں سے کسی نے اسے موضوع قرار دیا ؟ قطعاً نہیں تو نو آموز کی محض گرم گفتاری سے اسے موضوع قرار دینے کے نتیجے میں " علامہ زیلعی وغیرہ پر کیا فتویٰ صادر کیا جائے گا ؟

اسی صفحہ پر کچھ آگے لکھتے ہیں ۔

اس روایت کو موضوع قرار دیا جائے تو متقدمین پر حرف گیری ہوتی ہے ۔بتلائے !سلف کا احترام اور اصول کی پاسداری کدھر ہے ؟

(مقالات ارشاد الحق اثری ،جلد 2،ص 42)

سبحان اللہ ۔ دیکھئے سلف کا احترام کرنے والے حضرات کو ۔ جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مزار مبارکہ پر بلڈوزر چلوا دئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار مبارکہ کو منہدم کرنے کے بھی منصوبے بنائے ہیں اور ہمیں اسلاف کے احترام کی تاکید کرتے ہیں ۔

عرض ہے جناب ارشاد الحق اثری صاحب ہماری پیش کردہ روایت کی تخریج بھی ہم نے قریب 26 ائمہ کرام بشمول ابن تیمیہ سے پیش کی ہے مزید آگے ائمہ سے اس روایت کی تصحیح بھی پیش کریں گے ۔ آپ ہی بتائیں اس صحیح روایت پر اعتراض کرنے سے متقدمین پر حرف گیری ہوگی یا نہیں ؟

اس روایت پر بھی غیر مقلدیت کی پیدائش سے قبل کسی امام نے موضوع تو درکنار ضعیف کا بھی حکم نہیں لگایا ۔ بلکہ ائمہ کی جماعت نے اس روایت کی تصحیح کی اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے ہر دور میں نقل کیا ۔ تو اب عصر حاضر و ماضی قریب کے متعصبین غیر مقلدین اسے موضوع کہہ کر جرأت کا مظاہرہ نہیں کر رہے ؟ ان نو آموز کی محض گرم گفتاری سے اسے موضوع قرار دینے کے نتیجے میں امام ابن حجر ، ابن کثیر اور امام ذہبی وغیرہ پر کیا فتویٰ صادر کیا جائے گا ؟

اب آپ ہی بتائیں اس صحیح ترین روایت کو اگر مذہبی تعصب میں موضوع کہا جائے تو متقدمین پر حرف گیری ہوگی یا نہیں ؟ سلف کا احترام اور اصول کی پاسداری کدھر ہے ؟

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا ۔

یا سرار موم یا سراسر سنگ ہو جا ۔

تصحیح

بارہویں شریف کی نسبت سے ذیل میں 12 لوگو کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے بالواسطه یا بلاواسطه اس روایت کی تائید و تصحیح کی ہے ۔

شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی ,صحیح ,فتح الباری :جلد 2، ص 413

علامه ابن کثیر ,صحیح ,البدایه والنهایه ,جلد 7 ، ص 101 ,اسناده جید قوی ,جامع المسانید ، مسند عمر ،جلد 1 ص223,

شارح بخاری امام قسطلانی ,صحیح ,المواهب اللدنية ، جلد 4 ,ص 276

.امام السمهودی ،صحیح ,خلاصة الوفاء بأخبار دارالمصطفی ، جلد 1 ,ص 417

.امام عبدالباقي الزرقاني ,صحیح ,شرح علی المواهب ,جلد 11 ,ص 150-151

علامه ابن حجر الهیتمی،صحیح ,الجوهر المنظم ، ص 152-153 ,حاشية العلامه ابن حجر الهیتمی علی شرح الإيضاح فی المناسك ، ص 500.

امام محمد ابن علان، ابن حجر الهیتمی کی تصحیح نقل کر کے احتجاج کیا ہے ۔الفتوحات الربانية على اذكار النواوية ، ص 25-26.

.امام تقی الدین السبکی،اس حدیث سے توسل ثابت کیا ہے ، شفاء السقام فی زیارة خیرالانام ، ص 130

.علامه یوسف بن اسماعیل النبهانی،صحیح ,حجة الله علی العالمین ، ص 573-574

.امام تقی الدین ابی بکر الحصنی الدمشقی ,احتجاج کیا ہے ۔ دفع شبه من شبه وتمرد ، ص 139-140

.محدث عابد السندی ,احتجاج کیا ہے، التوسل و احکامه و انواعه ، ص 70-71

.ابن تيمية،اس روایت کی تائید کی ہے، اقضاء الصراط المستقیم ، جلد 1 ,ص 735

الحمدللہ ہم نے 12 لوگوں کے نام درج کئے ہیں جنھوں نے اس روایت کو صحیح و ثابت مانا ہے جس فہرست میں وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیه بھی ہے ۔ اس کے علاوہ دیگر ائمه کے نام بھی اوپر حواله میں مذکور ہے جنھوں نے روایت نقل کر کے خاموشی اختیار کی ہے اور کسی ایک نے بھی اس روایت کی تضعیف نہیں کی۔ یہاں تک کے البانی صاحب پیدا ہوئے اور انہوں نے صحیح و ثابت روایتوں کو اپنے نفس کے مطابق نه پاتے

ہوئے جرح کرنی شروع کر دی ۔ افسوس تو اس پرکه البانی کی اندھی تقلید میں ایسی قوی روایت کو نه صرف ضعیف بلکه بلا کسی دلیل کے موضوع کہا جانے لگا ۔

روایت کی استنادی حیثیت کا تحقیقی جائزہ ۔

سند :- حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح السمان عن مالك الدار

محمد بن خازم ابو معاويه

سليمان بن مهران الأعمش

ذكوان ابو صالح السمان المدنى

مالك الدار وهو مالك بن عياض المدنى

اب انشاء الله ذیل میں ان تمام راویوں کے حالات پر تفصیلی بحث کی جائےگی

محمد بن خازم ابو معاويه الضرير -1

امام بخاری نے ان سے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں ۔ (1

رجال صحیح بخاری ، ج 2 ,646 ص ، امام کلاباذی

ویسے تو اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کیونکه غیر مقلدین کے نزدیک صحیح بخاری کے سارے راوی ثقة ہے ۔ پھر بھی چند حوالے آپ کی خدمت میں حاضر ہے ۔

امام عجلی نے الثقات میں انہیں درج کیا ہے ۔ (2

(الثقات: رقم: 1450)

امام ابن حبان نے انہیں الثقات میں درج کیا ہے ۔ (3

الثقات ، ج 7 ,441 ص

قال ابن ابی حاتم سمعت ابی یقول: اثبت الناس فی الاعمش الثوری ثم ابی معاوية الضرير (4

(الجرح والتعديل ، ج 3 ص - 247-248)

.امام ذهبی: الحافظ. ثبت في الاعمش (5

(الكاشف ، ج 2، ص 167)

:يحي ابن معين (6

.... ابو معاوية اثبت من جبير فی الاعمش

قال عثمان بن سعيد ، قال سألت يحي ابن معين ابو معاوية احب اليك فى الاعمش أو وكيع ؟ فقال ابو معاوية اعلم به

(الجرح والتعديل ، ج 3 ،ص 248)

لہذا محمد بن خازم نہ صرف ثقة بلکہ اعمش سے روایت میں ثبت ہے ۔ الحمدللہ ۔۔

سليمان بن مهران الأعمش -2

امام اعمش نہ صرف بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ کے راوی ہے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ (1

امام مسلم نے ان سے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں ۔ (2

امام یحییٰ بن معین: ثقة (3

(الجرح والتعديل ، ج 4 ,ص 146)

امام عجلی: كان ثقة ثبتا فى الحديث (4

(الثقات - رقم :619)

امام ابن حبان نے انہیں اپنی الثقات میں درج کیا ہے ۔ (5

(الثقات - ج 4 ,ص 302)

امام ابن ابی حاتم الرازی (6

الأعمش ثقة يحتج بحديثه

ما

(الجرح والتعديل ، ج 4 ، ص 146)

لہذا امام الاعمش بھی بالاتفاق ثقہ ہیں ۔

ذكوان ابو صالح السمان المدنى -3

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں ۔ (1

امام مسلم رحمہ اللہ نے ان سے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں ۔ (2

امام ذھبی :من الأئمة الثقات (3

(الكاشف ، ج 1 ,ص 386)

امام احمد بن حنبل :ثقة ثقة ، من اجل الناس و اوثقهم (4

(تهذيب الكمال ،لامام المزى ، الجزء 8 ، ص 513)

امام عجلی نے انہیں الثقات میں درج کیا ہے ۔ (5

(الثقات, رقم: 404)

امام ابن سعد: و كان ابو صالح ثقة كثيرالحديث (6
(طبقات ابن سعد ، ج 7, ص 297)
لهذا ابو صالح السمان بهی بالاتفاق ثقه ہیں ۔

مالك بن عياض المعروف بمالك الدار المدنى مولى عمر بن الخطاب -4

الحمدلله یه بهی ثقه راوی ہیں ۔ بلکه غیر مقلدین کے اصول سے بهی یه ثقه ہیں جس کی تفصیل ان شاء الله اعتراضات کے جوابات میں پیش کی جائیگی ۔
لهذا اس روایت کے سارے راوی ثقه ہیں اور یه سند گرد و غبار سے پاک ہے ، اس صحیح ترین روایت کو محض اس لئے رد کر دینا کے یه روایت غیر مقلدین کے نظریات کا رد کرتی ہے ، ہٹ دھرمی و مسلک پرستی کے سوا کچھ نہیں ۔۔ اور تحقیق کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔
حیرت ہے که اس صحیح ترین روایت کے باوجود بعض حضرات اسے اپنے نفس کے مطابق نه پاتے ہوئے اس پر جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔
ذیل میں ہم ان اعتراضات کو نقل کر کے ان کے تشفی بخش جوابات آپ کی خدمت میں پیش کرینگے تاکه دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور منکرین پر دلیل بهی قائم ہو جائے ۔
ان شاء الله عزوجل ۔
اس روایت پر پہلا اعتراض منکرین توسل کی طرف سے یه ہے که اس روایت میں مالک الدار رضی الله عنه اور ابو صالح السمان کے درمیان انقطاع کا شبه ہے ۔
الجواب :- عرض ہے منکرین توسل کا یه گمان باطل و مردود ہے ۔ ان کے درمیان انقطاع کی کوئی دلیل نہیں ان کے پاس بلکه اس کے برعکس دلائل موجود ہے ۔ الحمدلله
اول تو یه دونوں حضرات مدنی ہے اور صحابه کرام رضوان الله علیهم اجمعین سے (1 روایت کی ہے لهذا یه روایت امام مسلم کی شرط پر بهی صحیح ہے ۔ جیسا که انهوں نے مقدمه صحیح مسلم میں لکھا ہے ۔
دوسری بات یه که کئی ائمه کرام نے ابو صالح السمان المدنی کو مالک الدار مدنی سے (2 روایت کرنے والے شاگردوں میں نقل کیا ہے ۔
ان ائمه کرام کے نام و حوالے مالک الدار کی توثیق کے باب میں ملاحظه فرمائیں ۔

مزید یه که اس حدیث کے سماع پر امام ابو یعلی الخلیلی رحمه اللہ کی شہادت بھی (3
ملاحظه فرمائیں ۔
امام ابو یعلی الخلیلی اپنی کتاب الارشاد میں یہی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔
" ان ابا صالح سمع مالك الدار هذا الحديث "
بیشک یه حدیث ابو صالح السمان نے مالک الدار سے سنی ہے ۔
(الارشاد لامام ابو یعلی الخلیلی - ص 313)
ان تین نکات کے مدنظر یه بات واضح ہو جاتی ہے که مالک الدار سے ابو صالح السمان نے یه روایت سنی ہے ۔ اور یه شبه و مغالطه صرف و صرف نفس پرستی کی بنیاد پر ہے اس اعتراض کو پوری طرح سے دفن کرنے کے لئے منکرین توسل غیر مقلدین کے علماء سے ایک اصول ملاحظه فرمائیں۔
غیر مقلدین کے محدث کبیر محمد رئیس ندوی صاحب ابن حجر عسقلانی رحمه اللہ کے ایک روایت کی سند کو رجاله ثقات کہنے پر لکھتے ہیں ۔

اس سے معلوم ہوا که حافظ ابن حجر رحمه اللہ کی نظر میں امام دارقطنی نے حدیث " مذکور کو ایسی متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے سبھی رواۃ ثقه ہیں اور جب اتصال سند کے ساتھ سبھی رواۃ سند ثقه ہوں تو وہ حدیث صحیح و معتبر ہوتی ہے ۔ اس کا دوسرا مطلب یه ہوا که حافظ ابن حجر حدیث مذکور کی اس سند کو متصل صحیح مانتے ہیں ۔

(غاية التحقيق فی تضحية ايام التشريق ، ص 77 ,محمد رئیس ندوی)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں ۔
یہاں بھی امام بیہقی نے صحیح ابن حبان و البزار والی سند کو مرسل نہیں کہا ہے نه "" اس کے کسی راوی پر کوئی کلام کیا اس سے مستفاد ہوتاہے که بیہقی صحیح ابن حبان والی سند کو متصل مانتے اور اس کے سبھی رواۃ کو ثقه تسلیم کرتے ہیں ۔
(غاية التحقيق في تضحية ايام التشريق ، ص 62, محمد رئیس ندوی)
اسی طرح ایک مشہور ناصبی عالم کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں ۔

ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان میں اس سند کو صحیح کہا ہے جو اس " بات کو مستلزم ہے کہ ابن حبان کے نزدیک یہ سند متصل ہے -----
یہ عام فہم بات ہے کہ جس طرح ناقد محدث کسی سند کو صحیح کہے تو اس کی تصحیح میں سند کے رجال کی توثیق ہوتی ہے ۔ٹھیک اسی طرح اس کی تصحیح میں سند کے اتصال و عدم انقطاع کا حکم بھی ہوتا ہے ۔
(چار دن قربانی کی مشروعیت ، ص 25, کفایت اللہ سنابلی)
عرض ہے پھر ہماری پیش کردہ توسل کی روایت کو نہ صرف امام بیہقی نے نقل کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی ہے جس سے محمد رئیس ندوی صاحب نے احتجاج کیا ہے بلکہ اس کے علاوہ ہم نے 12 ائمہ و محدثین بشمول ابن تیمیہ کے نام بحوالہ پیش کئے ہیں جنہوں نے اس روایت کی تصحیح و تائید کی ہے لہذا ہماری پیش کردہ روایت بدرجہ اولی صحیح و متصل ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ ائمہ کرام کی جماعت نے مالک الدار کے شاگردوں میں ابو صالح السمان کا ذکر کیا ہے ۔ کسی ایک نے بھی عدم سماع کا اعتراض نہیں کیا ۔
اسی کے ساتھ امام ابو یعلی الخلیلی رحمہ اللہ نے سماع کی شہادت دی ہے ۔
مزید یہ کہ غیر مقلدین کے قبول کردہ اصول کے تحت بھی یہ انقطاع کا اعتراض باطل ہوا۔
اس طرح سے اس روایت پر نفس پرستی میں کیا گیا انقطاع کا جالی اعتراض باطل و مردود ثابت ہوتا ہے ۔
4) پھر مزید یہ کہ امام خلیفہ بن خیاط نے اپنی کتاب طبقات میں مالک الدار اور ذکوان ابو صالح السمان کو مدینہ کے فقہا و محدثین کے باب میں نقل کیا ہے اور لکھتے ہیں
" ذکوان مولی مالک الدار مولی عمر بن الخطاب "
یعنی مالک الدار عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور ذکوان مالک الدار کے آزاد کردہ غلام تھے ۔
(طبقات خلیفہ بن خیاط ، ص 235)

لہذا ان کی ملاقات یہاں سے بھی ثابت ہوتی ہے ۔ اور یہ روایت بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے ۔

ان نکات کے مدنظر یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ مالک الدار سے ابو صالح السمان نے یہ روایت سنی ہے ۔ اور یہ شبہ و مغالطہ صرف و صرف نفس پرستی کی بنیاد پر ہے

اعتراض نمبر 2 :-

دوسرا اعتراض منکرین توسل کی طرف سے اس روایت پر یہ ہے کہ اس روایت کا دارومدار مالک الدار پر ہے اور مالک الدار مجہول ہے ۔

ان کا کہنا ہے کہ امام ابو حاتم رازی نے الجرح و تعدیل میں ان پر سکوت اختیار کیا ہے اور امام منذری نے ترغیب ترہیب میں ان کے تعلق سے "لا اعرفہ "کہا ہے ۔اور امام ابن حبان کے سوا کسی نے بھی ان کی توثیق نہیں کی ہے اور ابن حبان متساہل ہے ۔ مزید یہ کہ ان سے صرف ایک راوی ذکوان ابو صالح السمان نے روایت کی ہے ، لہذا مالک الدار رحمہ اللہ مجہول العین ہے ۔

الجواب:- عرض ہے نہ تو مالک الدار رحمہ اللہ سے روایت میں ابو صالح السمان تنہا راوی ہیں نہ ہی امام ابن حبان ان کی توثیق میں تنہا ہیں ۔ ان شاء اللہ دونوں چیزوں کے جوابات ائمہ و محدثین و غیر مقلدین کی کتابوں سے سلسلہ وار پیش خدمت ہے ۔

اول تو کسی بھی امام نے مالک الدار رحمہ اللہ کو مجہول نہیں کہا ہے ۔ امام منذری نے لا اعرفہ کہا ہے پر غیر مقلدین کے محدث عصر زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ لا یعرفہ کوئی جرح ہی نہیں ہے ۔

(مسئلہ فاتحہ خلف الامام - ص 53 ,زبیر علی زئی)

ثانیا اگر مجہول کہا بھی ہوتا تب بھی غیر مقلدین کے نزدیک مجہول کوئی جرح ہی نہیں ہے ۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں ۔

مشہور ناصبی عالم کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں ۔

کسی امام کا کسی راوی کو مجہول کہنا کوئی جرح ہی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب " صرف یہ ہے کہ مجہول کہنے والے امام کو اس راوی کے حالات نہیں ملے ۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر ائمہ کو بھی اس کے حالات نہیں معلوم ۔

(انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر - ص -84)

پھر مزید یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام رازی نے اپنی کتاب الجرح و تعدیل میں ان کا ترجمہ بیان کیا ہے اور جرح و تعدیل کے معاملے میں ان پر سکوت اختیار کیا ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ ان کہ نزدیک مالک الدار مجہول ہے ۔
افسوس صد افسوس کہ ان کے ہر اصول موقع محل دیکھ کر بدل جایا کرتے ہیں ۔
امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا محض سکوت کیاچیز اگر کبھی کسی ایسے راوی کو مجہول ہی کہہ دے جن کی روایت ان کے نفس کے مطابق ہو تو دیکھے پھر یہ کیا جواب دیتے ہے ۔ ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں ۔
غیر مقلدین کے مشہور و نامور عالم ارشاد الحق اثری صاحب امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کے مجہول کہنے کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔

امام ابو حاتم نے متعدد ایسے راویوں کو مجہول کہا ہے جو جمہور کے نزدیک ثقہ " ہیں بلکہ امام بخاری و مسلم نے ان سے روایت لی ہے ۔ مثلا بیان بن عمرو, الحکم بن عبداللہ البصری ، عباس بن حسین القطری ، محمد بن عبدالحکم المروزی وغیرہ ۔
(توضیح الکلام - ص 343)
لہذا امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا سکوت یا مجہول کہنا خود غیر مقلدین کے یہاں مقبول نہیں ہے ۔
یہ تو بات ہو رہی تھی کہ کلمہ لا یعرف و مجہول کی غیر مقلدین کے یہاں کیا حیثیت ہے ۔ اب اس طرف چلتے ہیں کہ کیا مالک الدار رحمہ اللہ سچ میں مجہول یا مستور ہے یا ایسے ائمہ کرام بھی ہے جو انہیں جانتے ہیں اور ان کی توثیق کرتے ہیں اور ابو صالح السمان کے علاوہ بھی کسی نے ان کے روایات لی ہے ؟

اول تو مالک الدار رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں ابو صالح السمان اکیلے نہیں ہیں ۔ بلکہ ان سے چار لوگ روایت کرتے ہیں ۔
1) ذکوان ابو صالح السمان
2) عبدالرحمن بن سعید بن یربوع
3) عون بن مالک الدار
4) عبداللہ بن مالک الدار

لہذا مالک الدار پر سے جہالت عین رفع ہو گئی ۔ جیسا کہ غیر مقلدین کے محدث عصر زبیر علی زئی صاحب بھی لکھتے ہیں ۔
اصول حدیث میں یہ مقرر ہے کہ جس سے دو ثقہ روایت کریں وہ مجہول العین نہیں " رہتا بلکہ اس کی جہالت عین ختم ہو جاتی ہے ۔
(مسئلہ فاتحہ خلف الامام - ص 53 ، زبیر علی زئی)

غیر مقلدین کے ایک اور محقق صاحب اپنے رسالہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں ۔
جہالت عین دو ثقہ افراد کے روایت کرنے سے ختم ہو جاتی ہے البتہ جہالت حال " کسی محدث کی توثیق ہی سے ختم ہو سکتی ہے ۔
(رسالہ اصول حدیث ، ص 56, اقبال احمد بسکوہری)

مالک الدار رحمہ اللہ سے چار لوگوں نے روایت کی ہے ۔ اب صرف دو حوالے آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں تاکہ یہ بات ثابت بھی ہو جائے ۔
امام ذہبی لکھتے ہیں ۔ (1
سمع ابا بکر و عمر و معاذ بن جبل ۔
و روی عنہ: ابناہ عون و عبداللہ و ابو صالح السمان و عبدالرحمن بن سعید بن یربوع ۔
(تاریخ الاسلام - لامام الذھبی - جلد 5, ص 224)

پوری گفتگوں کے درمیان یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ منکرین توسل کے یہاں بھی امام ذہبی کا بہت بڑا مقام ہے اور انہیں "صاحب استقراء التام فی نقد رجال "کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ۔
امام ابن عساکر لکھتے ہیں ۔ (2
مولی عمر بن الخطاب ، و یقال: الجبلانی ۔، "
سمع: ابا بکر الصدیق ، و عمر بن الخطاب ، و ابا عبیدہ بن الجراح ، و معاذ بن جبل ۔
و روی عنہ: ابو صالح السمان ، و عبدالرحمن بن سعید بن یربوع ، و ابناہ عون بن مالك ، و عبداللہ بن مالك

(تاریخ مدینة دمشق ، خلد 56 ,ص 489)

مزید یه که عبدالرحمن بن سعید بن یربوع کی مالک الدار سے روایت آپ امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں دیکھ سکتے ہیں ۔

حواله :-)المعجم الکبیر - لامام طبرانی - جلد 20, ص 33(

لهذا مالک الدار رحمه الله سے مجهول العین کا اعتراض رفع ہو گیا ۔

مالک الدار سے روایت کرنے والے دو ثقه راویوں کا ترجمه

ان سے روایت کرنے والے دو راویوں کی ثقاہت کا ثبوت بھی ملاحظه فرمائیں تاکه کوئی اشکال باقی نه رہے اور بات پوری طرح سمجھ میں آجائے ۔

ذکوان ابو صالح السمان المدنی (1

امام بخاری رحمه الله نے ان سے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں ۔ (1

امام مسلم رحمه الله نے ان سے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں ۔ (2

امام ذهبی :من الأئمة الثقات (3

(الکاشف ، ج 1 ,ص 386)

امام احمد بن حنبل: ثقة ثقة ، من اجل الناس و اوثقهم (4

(تهذیب الکمال ،لامام المزی ، الجزء 8 ، ص 513)

امام عجلی نے انہیں الثقات میں درج کیا ہے ۔ (5

(الثقات, رقم: 404)

امام ابن سعد: و کان ابو صالح ثقة کثیرالحدیث (6

(طبقات ابن سعد ، ج 7, ص 297)

لهذا ابو صالح السمان بھی بالاتفاق ثقه ہیں ۔

- :عبدالرحمن بن سعید بن یربوع المخزومی المدنی (2

امام ابن سعد: ثقة فی الحدیث (1

حدیث میں ثقه ہے ۔

(طبقات ابن سعد: جلد 7 ,ص 149 ، رقم 1512)

امام الذهبی: ثقة (2

(الکاشف, جلد 1 ، ص 629)

امام ابن حبان نے انہیں الثقات میں درج کیا ہے ۔ (3

(کتاب الثقات: جلد 5 ، ص 78)

امام ابن حجر عسقلانی: ثقة (4
(تقریب التھذیب: رقم :3880)
لہذا یہ دونوں راوی ثقہ ہیں ۔ اور یہ دونوں بھی مالک الدار رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں ۔ اس لئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان پر مجھول العین کا اعتراض محض نفس پرستی میں اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر گیا ہے ۔

اب رہا مسئلہ مالک الدار رحمہ اللہ کے مجھول الحال یا مستور ہونے کا تو عرض ہے مالک الدار نہ صرف ائمہ کرام کے نزدیک ثقہ ہیں بلکہ غیر مقلدین کے اصولوں سے بھی ثقہ ہیں ۔ جو عنقریب قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا ۔

دفع الغبار عن توثيق مالك الدار

اول الذکر تو مالک الدار رحمہ اللہ کا ذکر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ امام بخاری ، امام مسلم ، امام ابو داؤد ، امام یحییٰ بن معین ، امام علی بن المدینی ، امام ذہبی ، امام مزی ، امام ابن حجر عسقلانی ، امام ابن ابی خیثمہ ، امام ابن سعد ، امام ابو یعلی الخلیلی ، امام ابو حاتم رازی ، علامہ بلاذری ، ، امام ابن عساکر ، علامہ ابن منظور ، امام ابن عبدالبر ، امام خلیفہ بن خیاط امام احمد بن حنبل ، امام ابن حبان ، امام سخاوی ، امام ابو عبداللہ بن محمد المقدمی رحمہم اللہ نے بھی کیا ہے ۔

مزید براں ان کی توثیق کرنے والے علماء و محدثین کے حوالے بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

امام ابن حبان (1

امام ابن حبان نے انہیں الثقات میں درج کیا ہے ۔
(کتاب الثقات ، جلد5 ، ص 384)

اعتراض :- بعض حضرات)منکرین توسل (یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ توثیق فی المجاہیل میں متساہل ہے)یعنی مجھول راویوں کو ثقہ کہنے میں متساہل ہے(اور جب ابن حبان توثیق میں تنہا تو حجت نہیں ۔

۔الجواب :- عرض ہے اولا تو امام ابن حبان رحمه الله مالک الدار کی توثیق میں تنہا نہیں ہے بلکه دیگر ائمه و محدثین نے ان کی موافقت کر رکھی ہے ۔ جس کی تفصیل اس کے بعد آئیگی ان شاء الله عزوجل ۔

۔ لہذا مالک الدار کی توثیق میں امام ابن حبان کے تنہا ہونے کا اعتراض فضول و لغو ہے

ثانیه لا مذہب منکرین توسل المعروف به غیر مقلدین کے نزدیک ابن حبان کی تنہا توثیق معتبر نہیں ہوتی ہے جب که روایت ان کے خلاف ہوں ۔ لیکن اگر روایات ان کے مطلب کی ہوں تو یقین مانئے الله کی مخلوق میں ان سے زیادہ ابن حبان کی تنہا توثیق قبول کرنے والا آپ کسی کو نه پائینگے ۔

مثال کے طور پر چند حوالے جات پیش خدمت ہے ۔

غیر مقلدین کے مشہور محدث عبدالرحمن مبارکپوری صاحب اپنے مطلب کی روایت کے دفاع میں ابن حبان رحمه الله کو متساہل کہنے کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

" واما قوله ابن حبان متساهل فهو مردود عليه "

(ابکار المنن - ص 454)

یعنی عبدالرحمن مبارکپوری صاحب امام ابن حبان رحمه الله کو تو ثیق فی المجاہیل میں متساہل نہیں مانتے تھےاور ان کے نزدیک ایسا کہنا مردود ہے ۔

اور اس کے بعد قریب دو سے تین صفحات انہوں نے ابن حبان کی توثیق کا دفاع کیا ہے اور لکھتے ہیں که ابن حبان اگر کسی کو اپنی کتاب الثقات میں درج کر دیں تو اس راوی سے جہالت عین دور ہو جاتی ہے ۔

" و اما قوله: فلا اعتداد بما ذكره فی ذالك الكتاب فمردود عليه، فإن المحدثين قد اعتدوا بثقات ابن حبان و صرحوا بأنه يرتفع الجهالة عمن قيل: أنه مجهول بتوثيقه و ذكره ابن حبان في الثقات ،.

(ابکار المنن - ص 455)

یہی عبدالرحمن مبارکپوری صاحب اپنی کتاب تحقیق الکلام میں امام ابن حبان کو متساہل کہنے کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

جواب اس کا یه ہے که جس نے یه لکھا ہے وہ فن حدیث سے ناواقف ہے اور کتاب " الثقات ابن حبان کو ناقابل اعتبار بتانا اس کے ناواقف ہونے کی ظاہر دلیل ہے ۔ اس میں

کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبان متساہل ہیں مگر ساتھ اس کے ان کی وہ توثیق جس کی نسبت کسی ناقد فن نے کچھ کلام نہیں کیا ہے بلا شبہ مستند و معتبر ہے اور اس سے مجہول کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے ۔

(تحقیق الکلام - ص 81 ، عبدالرحمن مبارکپوری)

عبد الرحمن مبارکپوری صاحب کے ان تین حوالوں کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک ابن حبان رحمہ اللہ تو ثیق فی المجاہیل میں متساہل نہیں تھے اور جو غیر مقلدین انہیں متساہل کہتے ہیں وہ فن حدیث سے ناواقف ہے ۔ اور اگر وہ کسی راوی کو الثقات میں درج کریں تو وہ راوی مجہول نہیں رہتا بلکہ ثقہ ہوجاتا ہے ۔ اور اس پر سے جہالت حال کا ارتفاع ہوتا ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ عبدالرحمن مبارکپوری صاحب کے اصولوں سے مالک الدار رحمہ اللہ کو ابن حبان کے الثقات میں درج کر دینے سے جہالت مرتفع ہو گئی اور مالک الدار ثقہ ثابت ہوئے ۔ کم از کم عبدالرحمن مبارکپوری صاحب کے نزدیک تو یہ ثقہ ہیں۔

امید ہے عبدالرحمن مبارکپوری صاحب کے پیروکار دوبارہ مالک الدار پر مجہول ہونے کا اعتراض نہیں کرینگے ۔ کیونکہ ابن حبان نے انہیں الثقات میں درج کر کے انہیں ثقہ بنا دیا ہے ۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

ان کی ہی جماعت کے مشہور محقق ارشاد الحق اثری صاحب اپنے مذہب کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

نافع بن محمود کو اگر بعض نے مجہول کہا ہے تو امام ابن حبان نے الثقات میں ذکر " کیا ہے اور مشاہیر علماء الامصار میں شام کے مشہور تابعین میں نقل کیا ہے ۔ کیا ایسا " مشہور بھی مجہول ہوتا ہے ۔

(توضیح الکلام - جلد اول - ص 337)

عرض ہے ارشاد الحق اثری صاحب مالک الدار کو حضرت عمر نے اپنے عیال کی ذمہ داری دی تھی حضرت عثمان نے انہیں صدقات تقسیم کرنے والا رکھا تھا ۔ امام ذھبی نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے اور ابن حبان نے انہیں بھی الثقات میں درج کیا ہے ،امام ابو یعلی الخلیلی نے بھی ان کو متفق علیہ کہہ کر ان کی توثیق کی ہے ،امام ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ معروف تھے ، امام ابو عبداللہ المقدمی اور خلیفہ بن خیاط دونوں

حضرات نے انہیں مدینہ کے محدثین تابعین میں شمار کیا ہے ، امام ابن حجر عسقلانی ابن کثیر ، امام زرقانی ، امام قسطلانی ، علامہ سمہودی ، شیخ محمد عابد السندی ، ، وغیرہ نے اسی روایت کی تصحیح کی ہے ، ابن تیمیہ نے بھی اسی روایت کی تائید کی ہے ، البانی نے ان کی ایک روایت کو حسن کہا ہے

ارشاد الحق اثری صاحب اور ان کے پیروکار جواب دیں کیا ایسا مشہور بھی مجہول ہوتا ہے ؟؟؟؟
کہاں مالک الدار اور کہاں نافع بن محمود ۔۔ کیا نافع بن محمود مالک الدار کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے ؟؟
نہیں ہرگز نہیں تو مالک الدار بدرجہ اولی ثقہ ہیں ۔ الحمدللہ ۔

یہی ارشاد الحق اثری صاحب احناف کے رد میں اتنا مشغول ہوتے ہیں کے سارے اصول بالائے طاق رکھ کر بھول جاتے ہیں ۔ ایسے ہی ایک جگہ احناف کے رد میں ڈوب کر مجہول راوی کو ثقہ بتانے کے لئے جب ابن حبان کی الثقات کا بھی حوالہ نہ ملا تو علامہ مغلطائی اور ایک دیوبندی صاحب کا قول پیش کرتے ہیں اور مزید اپنی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔
علامہ منزری اور نووی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے ۔ کم از کم اب کسی حنفی " کو ابن منین یا حارث کی جہالت کو آڑ بنا کر اسے ضعیف قرار دینے کی جسارت نہیں " کرنا چاہیے
(مقالات ارشاد الحق اثری - جلد - 246/247)

جی صحیح کہا شیخ صاحب ضعیف ضعیف کی رٹ لگانے کا حق تو صرف آپ کو اور آپ کی جماعت کو ہی ہے ۔ ہم غریبوں کو یہ حق کہاں ۔
قارئین کرام یہاں غور فرمائیں کہ علامہ منزری اور نووی کی محض تحسین سے تو ان کے لئے راوی حارث کا ثقہ ہونا صحیح ہے جو کہ ساتویں طبقہ کا راوی ہے مگر مالک الدار رضی اللہ عنہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے صحابہ نے ان پر اعتماد کیا ہے تابعین کی جماعت نے ان کی تعریف کی ہے، ان کا معروف و ثقہ ہونا

تسلیم کیا گیا ہے اور ان کی احادیث کی تصحیح و تحسین بھی کی گئی ہے ان سب کے باوجود یہ مجھول ہی ہے اب بھی ان کا ثقہ ہونا تسلیم نہیں ؟
کیا حارث مالک الدار کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے ؟
آخر ان کا جرم کیا ہے ؟ یہی نہ ان کی روایت منکرین توسل کے خلاف ہے اور ان کی روایت صحیح تسلیم کرنے سے ان کے باطل مذہب کے بدعتی افکار مزید واضح ہو جائینگے ۔
لہذا آپ حضرات ہی منصفانہ فیصلہ فرمائیں کہ آخر مالک الدار کو کب ثقہ تسلیم کیا جائےگا ۔ اور ارشاد الحق اثری صاحب و دیگر منکرین توسل کا یہ رویہ کے اپنے مطلب کے راویوں کو ثقہ تسلیم کرنا اور مخالف پر مجھول کے نارہ پر ڈنٹے رہنا کیا یہ حدیث کی خدمت ہے ؟؟
اب چند حوالے ملاحظہ فرمائیں منکرین توسل کے بڑے محقق ، محدث عصر زبیر علی زئی صاحب سے ، تا کہ آپ ان کے محدث عصر کی دیانت داری بھی دیکھ لیں ۔

حوالہ نمبر 1

عمرو بن الحارث الحمصی
چونکہ یہ راوی ان کے مطلب کی روایت سے ہے لہذا ان کے ساتھ نرمی لازم ہے ۔
امام ذھبی ان کے تعلق سے لکھتے ہیں "غیر معروف العدالۃ "یعنی ان کا سچا ہونا (معروف نہیں
، زبیر علی زئی صاحب ابن حبان کی تنہا توثیق نقل کرنے کے بعد ابن خزیمہ ، حاکم بیھقی ابن قیم سے حدیث کی تصحیح و تحسین نقل کر کے لکھتے ہیں ۔
کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح " کہنے والے کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے "
(پھر اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں)
" لہذا ثابت ہوا عمرو بن الحارث ثقہ و صحیح الحدیث ہے "
(القول المتین - ص 29 ,زبیر علی زئی)

جی ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اصول صرف آپ کے لئے اور آپ کی مطلب کی روایات کے لئے ہیں ۔

حوالہ نمبر 2

عبداللہ بن احمد بن شبویہ :-

احناف کے خلاف یہ صاحب کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں ، چونکہ یہ راوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے خلاف کی گئی جرح کی سند میں موجود ہے اس لئے دل بڑا کرتے ہوئے صرف ابن حبان کی توثیق کو بنیاد بنا کر سند کو صحیح اور راوی کو ثقہ قرار دے دیا ۔

(مقالات ، جلد 1 ، ص 541)

حوالہ نمبر 3

عبداللہ بن محمد بن قحطبہ بن مرزوق

عرض ہے کہ اس راوی کو تو امام ابن حبان نے الثقات میں بھی درج نہیں کیا ہے بلکہ محض روایت لی ہے اپنی کتاب میں ۔ اس کے باوجود ان کی دریا دلی ملاحظہ فرمائیں ۔ موصوف لکھتے ہیں ۔

" یہ راوی ابن حبان کے استادوں میں سے ہیں ابن قحطبہ کی توثیق ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں ان سے روایتیں لے کر کردی ہے اور یہ توثیق کا درجہ ثانیہ ہے ۔ لہذا یہ راوی حسن الحدیث علی الاقل ہیں "

(مقالات ، جلد 1 ، ص 534 ، زبیر علی زئی)

قارئین کرام آپ ہی فیصلہ کریں کہا مالک الدار رحمہ اللہ اور کہاں اوپر مذکور 3 راوی ۔ ان میں سے بھی کوئی مالک الدار رحمہ اللہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا ، مگر مسلکی منافرت و تعصب کا حال بھی دیکھ لیں یہ سب تو ثقہ و حسن الحدیث پر مالک الدار مجہول ۔

ان للہ و انا الیہ راجعون

حوالہ نمبر 4

محمود بن اسحاق الخزاعی

یہ راوی ان کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کتاب جز رفع الیدین کا راوی ہے جو کہ مجہول ہے ۔ اب جتنا زیادہ ان کے لئے ضروری اس راوی کے لئے ان کے یہاں اتنی ہی زیادہ سہولیات ہے ۔
لکھتے ہیں ۔
حافظ ابن حجر نے ان کی بیان کردہ ایک روایت کو حسن قرار دیا ہے ۔ روایت کی " تصحیح)و تحسین (اس کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے ---
لہذا محمود بن اسحاق مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک ثقہ و صدوق اور حسن الحدیث ہے ۔ یاد رہے کہ کسی محدث نے محمود کو مجہول نہیں کہا ۔
(مقدمہ جز رفع الیدین، زبیر علی زئی ، ص 13/14)

زبیر علی زئی صاحب تو مر کر مٹی میں مل گئے ہیں ان کے چاہنے والوں سے ہمارا صرف ایک ہی سوال ہے کیا یہ دو رخہ رویہ حدیث کی خدمت ہے ؟؟

کتاب کی توثیق کے لئے راوی کا ابن حجر سے محض تحسین حدیث ملنا ہی کافی ہوا ؟ اور مالک الدار کا صحابہ و تابعین میں معتمد علیہ ہونا ،ائمہ کا انہیں تابعی محدثین میں شمار کرنا ، ابن حبان و خلیلی کی توثیق کے ساتھ ایک جماعت نے ان کی روایات کی تصحیح و تحسین کی بالخصوص ابن حجر و ابن کثیر کی تصحیح اسی روایت پر موجود ہونے کے باوجود مالک الدار ثقہ ، صدوق و حسن الحدیث بھی نہیں ہیں ۔
کیا یہ مسلک پرستی و تعصب کی اپج نہیں ہے ؟
کیا مالک الدار مذکورہ 4 راویوں سے زیادہ قوی نہیں ؟ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں ۔
منکرین توسل کی جماعت کے ایک اور محقق ناصبی کفایت اللہ سنابلی صاحب کو بھی ملاحظہ فرمائیں
جریر الضبی (1
سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک روایت کا راوی ہے اور ابن حبان کے سوا کسی نے اس کی توثیق نہیں کی ہے ۔ پر امام بیہقی و ابن حجر کی محض تحسین سے راوی کا ثقہ ہونا تسلیم کرتے ہیں ۔ اور لکھتے ہیں ۔

" کسی راوی کی سند کی تصحیح و تحسین اس سند کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے ۔ "
(انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر - ص 246 ، اشاعت 2014)

غزوان بن جریر (2
اس کا حال بھی پچھلے راوی کی طرح ہے ۔
(انوار البدر - ص 248)

عقبۃ بن ابی عائشۃ (3
ان کی توثیق بھی تنہا ابن حبان نے کی ہے ، امام ہیثمی نے ایک روایت کو حسن کہا ہے صرف اس بنیاد پر ان کو ثقہ اور اس کی روایت کو صحیح قرار دیا گیا ہے ۔
(انوار البدر - ص 256/257)

عبدالرحمن بن ابی حسین النوفلی (4
یہ ان کے مطلب کی روایت کا راوی ہے اور ان کی توثیق بھی تنہا ابن حبان نے کی ہے جو کہ توثیق فی المجاہیل میں متساہل ہے جب کہ روایت خلاف میں ہو ، مگر قربان جائیں ان کی دریادلی پر اس راوی کو بھی ثقہ مان لیا وہ بھی تنہا ابن حبان کی توثیق اور دعوی کرتے ہیں کہ ابن حجر نے اس روایت کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے حالانکہ ابن حجر کا قول ان کی بیان کردہ روایت کے بارے میں یہ بھی ثابت نہیں خیر اس کا یہ محل نہیں کفایت اللہ سنابلی صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیں ۔
حافظ ابن حجر نے اس کے سارے رجال کو ثقہ کہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ " عبدالرحمن بن ابی حسین ابن حبان کی طرح حافظ ابن حجر کے نزدیک بھی ثقہ ہیں ۔ لہذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ عبدالرحمن بن ابی حسین کی توثیق میں ابن حبان منفرد ہیں ۔"
(چار دن قربانی کی مشروعیت ، ص 19 ، کفایت اللہ سنابلی)
عرض ہے کفایت اللہ سنابلی صاحب آپ کے مذکورہ راویوں کی توثیق ابن حبان کی تنہا توثیق اور محض ایک یا دو اماموں سے تصحیح یا تحسین نقل کرنے سے رفع ہو گئی تو مالک الدار کو تو روئیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف حاصل ہے ، صحابہ و

تابعین نے ان پر اعتماد کیا ہے ، ابن حبان اور خلیلی نے بھی ان کی توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے ان کی روایات کی تصحیح و تحسین کی ہے ۔ جس میں ابن حجر ، ابن کثیر ، قسطلانی و زرقانی وغیرہ بھی ہے ۔مزید یہ کہ ان پر کسی امام نے کسی بھی قسم کی کو جرح نہیں کی ہے ۔

لہذا اب آپ انہیں مذکورہ رواۃ سے بدرجہ اولی ثقہ قرار دینگے ؟ اور اس روایت کو صحیح بلکہ اصح تسلیم کرینگے ؟

آخر مالک الدار کو ثقہ قبول کرنے سے کیا چیز مانع ہے ؟

یہی نا کہ ان کی روایت آپ کی نفس کے مطابق نہیں ہے ۔ ورنہ تو آپ کے قبول کردہ اصول سے مالک الدار متفق علیہ ثقہ ہے ۔

قارئین کرام غور فرمائیں علم حدیث کے تعلق سے ان کے دورخہ رویہ کو ، ان کے یہاں اصول اپنے مطلب کے لحاظ سے تبدیل ہوا کرتے ہیں ۔

دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیں کیا یہ حدیث کی خدمت ہے ؟ کیا ایسے لوگ صحیح معنی میں اہل حدیث ہو سکتے ہیں ؟

منکرین توسل کے محدث عصر ناصرالدین البانی صاحب کو بھی ملاحظہ فرمائیں ۔
1914 میں پیدا ہوئے اور 1999 میں مر کر مٹی میں مل گئے ۔

اور عالم اسلام کی قریب 1300 سالہ تاریخ میں یہ پہلے شخص ہیں جنہوں اس روایت پر جرح کی ، ورنہ موضوع تو درکنار کسی امام و محدث نے اس روایت کو ضعیف تک نا کہا ۔ نہ اس کے کسی راوی پر کچھ کلام کیا ۔ اور جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب کا قول گزرا ہے کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے کا دارومدار محدثین پر ہوتا ہے لہذا یہ روایت بالاتفاق صحیح ہیں کیونکہ جن پر مدار ہے ان حضرات نے اس روایت کو قبول کیا ہے کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا ہے یہاں تک کہ ابن تیمیہ بھی انکار نہ کر سکا)وسیلہ پر منکرین توسل ابن تیمیہ کی ہی اندھی تقلید کرتے ہیں(۔

لہذا یہ بات کھل کر مزید واضح ہوتی ہے کہ البانی صاحب نے محدثین کے منہج کو چھوڑ کر اس حدیث کو اپنے نفس کے مطابق نہ پاتے ہوئے کلام کیا ہے ۔ بلکہ اس

حدیث پر کلام کرتے ہوئے انہوں نے انصاف کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مقررہ اصولوں کی پاسداری کی ہے -
جیسے ان شاء اللہ عزوجل اگلے سطور میں ہم ثابت کرینگے -

صالح بن حوات (1

البانی صاحب نے ان کی روایت کو حسن قرار دیا ہے -
صرف اس وجہ سے کہ ابن حبان نے الثقات میں درج کیا ہے اور ان سے جنہوں نے روایت کی ہے ان میں ثقات بھی ہے -
(سلسلة الاحادیث الصحیحه , جلد 2 ، ص 439)
اس بات کو بھی نوٹ کریں کہ مذکورہ راوی آٹھویں طبقہ کا راوی ہے -

بشر بن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز (2

ان کی حدیث کو بھی البانی صاحب نے حسن قرار دیا ہے -
وہ بھی اس وجہ سے کہ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے ، بعض ثقات نے ان سے روایت لی ہے ، ابن حبان نے الثقات میں درج کیا ہے -
(الصحیحه, جلد 2 ، ص 392)
اصولوں کی پاسداری اور ان کی حدیث کی خدمت بھی ملاحظہ فرمائیں ، ابن ابی حاتم کا سکوت مالک الدار کے لئے مجھول کی جرح ہے اور بشر بن عبداللہ کے لئے توثیق کی وجہ - اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت دیا جائے کہ مالک الدار پر ان کی جرح محض مسلکی عناد و تعصب کی وجہ سے ہے - ان کے خود کے مقرر کردہ اصول سے مالک الدار ثقہ ہیں

یحی بن عریان ہروی (3

ان کی حدیث کو البانی صاحب نے حسن قرار دیا ہے -
اور انکی دلیل یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے ان کے تعلق سے لکھا ہے کہ انہیں محدث کہا جاتا تھا -
(تاریخ بغداد - جلد 14, ص 161)
(الصحیحه - جلد 1 ، ص 49)

غور فرمائیں یہاں تو امام ابن حبان کی توثیق بھی نہیں ہے خطیب بغدادی کے صرف محدث نقل کرنے سے ان کی توثیق ہو گئی اور روایت بھی حسن ہو گۓ مگر مالک الدار حسن کے مرتبہ کو نہ پہنچے جب کہ انہیں بھی مدینہ کے تابعین محدثین میں نقل کیا گیا ہے ۔ یہ راوی مالک الدار کے مرتبہ کو چھو بھی سکتا ہے ؟ ان کی دیانت داری و حدیث کی خدمت بھی دیکھتے جائیں ۔

4) ابو سعید غفاری

ان کی حدیث کو بھی البانی صاحب نے جید قرار دیا ہے ۔

مستور کے جواب میں عرض کرتے ہیں ۔

وہ تابعی کبیر ہیں ، اس طرح کے راویوں کی حدیث کو حفاظ کی ایک جماعت نے " حسن قرار دیا ہے, خاص کر یہ کہ حافظ عراقی نے ان کی اسناد کو جید قرار دیا ہے اسی سے میرا دل بھی مطمئین ہے

ان

(الصحیحه ، جلد 2 ، ص 298)

عرض ہے مالک الدار مخضرم ہے ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روئیت انہیں حاصل ہے ، صحابہ و تابعین نے اعتماد کیا ہے اور انہیں ثقہ بھی کہا گیا ہے ان کی احادیث کی تصحیح و تحسین بھی کی گئی ہے ۔ اتنا سب ہونے کے باوجود مالک الدار کے تعلق سے ان کا دل مطمئین نہ ہو سکا ؟ اور ابو سعید غفاری کے لئے ابن حبان کی تو ثیق بھی نا ملی محض علامہ عراقی کا سند کو جید کہنا کافی ہو گیا ۔

ان للہ و انا الیہ راجعون

لھذا ثابت ہوا کہ مالک الدار رحمہ اللہ کو البانی صاحب نے محض اس لئے مجھول کہہ کر روایت کو ضعیف قرار دیا کیونکہ یہ روایت ان کے نفس اور مسلک کے خلاف ہے ۔ اور ان کا یہ عمل خود ان کے مقررہ اصول کے خلاف ہے ۔

ان کے اصول کی شہادت ان کے ہی پیروکار ارشاد الحق اثری صاحب کے بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

اور کئی ایک مقامات پر تابعین کے دائرے میں شیخ البانی نے بھی قبول کیا ہے کہ " جس تابعی سے دو سے ذائد ثقہ راوی روایت کرنے والے ہوں اور کسی نے اس کی تعدیل نہ کی ہو تو شیخ البانی اسے بھی تعدیل کے زمرے میں شامل کر لیتے ہیں "
(ضوابط الجرح و التعدیل ، ص 38, ارشاد الحق اثری)

یعنی اگر راوی مستور ہو مگر تابعی ہو تو بھلے ہی کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو البانی صاحب کا منہج یہ ہے کہ اسے بھی ثقات میں شمار کرتے ہے ۔ اور مالک الدار مخضرم ہے مزید یہ کہ مجھول العین بھی نہیں لھذا البانی صاحب کے اصولوں سے ثقہ ہے ہر حال میں ،اور یہ بات اظھر من الشمس ہو گئی کہ مالک الدار پر مجھول کی جرح اپنے ہی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر کی گئی ہے ۔
منکرین ص توسل کے شیخ العرب والعجم بدیع الدین راشدی

عبدربہ (1
ان کی توثیق ابن حبان کے سوا کسی نے نہیں کی ہے ۔ مگر ان کے کام کی روایت ہے تو انہوں نے کہا کہ امام ابن حبان جس کو ثقہ کہے اور ابن ابی حاتم جس پر سکوت کریں وہ امام ذہبی کے نزدیک بھی ثقہ ہے اور اس طرح سے ان کے مؤثقین کی تعداد 2 بنا دی ۔
(مقالات راشدیہ ، جلد 2 ، ص 211)

عرض ہے مالک الدار نے پھر کونسا جرم کیا ہے ؟
ابن حبان نے الثقات میں درج کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے جرح نہیں کی ہے امام ذہبی نے تو صحابہ میں شمار کیا ہے ۔ بقیہ چیزوں پر غور نہ کیا جائے تب بھی تو یہ ثقہ ثابت ہوئے ۔
زبیر علی زئی صاحب کے استاد محب اللہ شاہ راشدی ۔

صدقہ بن یسار (1
جہالت حال کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

باقی رہی جہالت حال تو ابن حبان کے ساتھ ساتھ اس حدیث کی تصحیح ابن خزیمه " نے بھی کی ہے ۔ ،اور اس طرح حاکم بھی اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور کسی امام " کی تصحیح حدیث اس کے رواۃ کی توثیق ہوتی ہے

(مقالات راشدیه ، جلد 4 ، ص 184)

حاصل کلام یه که ان تمام حضرات نے جو جوابات دئیے ہیں وہ یا تو محض ابن حبان کی توثیق پر ہے یا محض ائمه کی تصحیح یا تحسین پر ہے یا ابن حبان کی توثیق کے ساتھ ائمه کی تصحیح و تحسین پر ہے ۔ اور ان تینوں حالتوں میں بھی مالک الدار کا ثقه ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ بلکه ان تمام حضرات سے اوثق ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکه ان میں سے کوئی بھی مالک الدار کے مرتبه کو نہیں پہنچتا مزید یه که ان کی توثیق میں ابن حبان تنہا بھی نہیں ہے ۔ کما سیاتی ۔

امام ابو یعلی الخلیلی رحمه الله فرماتے ہیں ۔ (2

مالک الدار حضرت عمر بن الخطاب کے آزاد کردہ غلام ہیں ۔قدیم تابعی ، متق علیه " ")ثقه(ہے اور تابعین کی جماعت نے آپ کی تعریف و توصیف کی ہے

(کتاب الارشاد - ص 313)

امام ابو یعلی الخلیلی رحمه الله اپنی کتاب الارشاد میں ایک خاص اصطلاح کا استعمال جابجا کرتے نظر آتے ہیں وہ ہیں "متفق علیه "۔

اس کا استعمال امام ابو یعلی الخلیلی رحمه الله اس وقت کرتے ہیں جب مذکورہ راوی ان کے نزدیک اتفاقی طور پر ثقه ہوتا ہے ۔ اور یه قول راوی کی تعدیل و توثیق ہوتا ہے ۔

ابن حجر عسقلانی رحمه الله راوی عباس بن محمد بن حاتم بن واقد الدوری کے ترجمه میں لکھتے ہیں

قال الخلیلی فی "الارشاد :" متفق علیه , یعنی فی العدالته ۔

" امام خلیلی نے کہا الارشاد میں متفق علیه یعنی اس سے مراد راوی کی عدالت ہے ۔

(تہذیب التہذیب ، جلد 2 ، ص 294)

مزید یه که کتاب کے محقق الدکتور محمد سعید بن عمر ادریس بھی یہی لکھتے ہیں ۔

.فکثیرا ما یقول فی الراوی: "متفق علیه "و مراده متفق علیه فی العدالته "

(كتاب الإرشاد, ص 54)

اور مالک الدار رحمہ اللہ کے ترجمہ میں بھی کتاب کے محقق صاحب یہی لکھتے ہیں کہ متفق علیہ کہہ کر امام ابو یعلی الخلیلی نے ان کی توثیق کی ہے ۔

" ووثقه بقوله: تابعي قديم ، متفق عليه ، أثنى عليه التابعون "

(كتاب الإرشاد - ص 314)

لہذا مالک الدار متفق علیہ ثقہ ہے ۔ مزید یہ کہ امام ابو یعلی نے اپنی کتاب الارشاد میں جن کے تعلق سے "متفق علیہ "لکھا ہے ان میں سے کچھ راویوں کے نام و حالات بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ مکمل اطمینان حاصل ہو جائے اور کوئی اشکال باقی نا رہے ۔

عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ۔ (1

یہ مشہور ثقہ راوی ہے ان کے تعلق سے امام ابو یعلی الخلیلی لکھتے ہیں ۔

" عالم متفق علیہ مخرج "

(کتاب الارشاد ، ص 192, رقم 16)

- :ان کے تعلق سے ائمہ کی آراء

امام ذہبی ان کے تعلق سے لکھتے ہیں

" الفقیہ الثبت "

(الکاشف ، ج 1 ، ص 685)

امام نسائی :- ثقہ ثبت

عبداللہ بن احمد عن ابن معین :- عبیداللہ من الثقات

ابو حاتم و ابو زرعة :- ثقہ

(تہذیب التہذیب, ج 3 ، ص 22/23)

معن بن عیسی القزاز (2

امام ابو یعلی الخلیلی

" قدیم ،متفق علیہ "

(ص 227 ، رقم 51)

- :ان کے تعلق سے ائمہ کی آراء

تقریب میں ابن حجر انہیں "ثقہ ثبت "کہتے ہیں ۔

اور تہذیب میں درج ذیل اقوال نقل کرتے ہیں ۔

ابن سعد: ثقه کثیر الحدیث
ابن حبان فی الثقات
یحی بن معین :- فی مالک ؟ ، قال: ثقه
ابو حاتم اثبت أصحاب مالک واتفقهم معن بن عیسی ، وهو احب الیٔ من ابن وهب
(تہذیب التہذیب ، ج 2 ، ص 129/130)
ابو عاصم النبیل)ضحاک بن مخلد(3
متفق علیه ، یروی عنه البخاری "
(ص 239 ، رقم 70)
-:ان کے تعلق سے ائمه کی آراء
یه بخاری و مسلم کے راوی ہے ۔
یحی بن معین:- ثقه
ابو حاتم رازی:- صدوق ، ابو عاصم احب الی من روح بن عبادة
(الجرح و التعدیل, رقم 2042)
عجلی :- ثقه ، کثیر الحدیث
ابن سعد :- ثقه فقیها
ابن قانع :- ثقه مامون
(تہذیب التہذیب, ج 2 ، ص 225)
معاذ بن معاذ العنبری (4
" متفق علیه "
(ص 489 ,رقم 211)
ان کے تعلق سے ائمه جرح و تعدیل کے اقوال ۔
یحی بن معین :- ثقه
ابو حاتم رازی :- ثقه
نسائی :- ثقه ثبت
ابن سعد :- کان ثقه
ابن حجر :- ذکره ابن حبان فی الثقات و قال :کان فقیها عالما متقنا
(تہذیب التہذیب ، ج 4 ، ص 101)
عفان بن مسلم ابو عثمان (5
(متفق علیه ، مخرج فی الصحیحین "

(ص 590 ,رقم 296)
-: ان کے تعلق سے ائمہ کی آراء
صحیحین کے راوی ہے -
ابن سعد :- کان ثقه ، کثیر الحدیث ، ثبتا ، حجة
ابن خراش :- ثقه خیارالمسلمین
ابن قانع :- ثقه مامون
ابو حاتم رازی :- ثقه ،امام ، متقن
ذکرہ ابن حبان فی الثقات
عجلی :- ثقه ، ثبت ، صاحب السنه
(تہذیب التہذیب ، ج 3 ، ص 117 /119)
ابو عبداللہ محمد بن یحی بن فارس الذھلی (6
" امام ، متفق علیه "
(ص 810 ، رقم 710)

امام ذھلی بھی مشھور امام ہیں - ان کے تعلق سے امام ذہبی کا ایک قول ملاحظه فرمائیں -

" الامام ، العلامه ، الحافظ البارع ، شیخ الاسلام ، و عالم اهل المشرق ، و امام المحدثین بخراسان "

(سئیر اعلام النبلاء ، ج 12 ، ص 273)

یه ان لوگوں کے نام ہیں جن کے تعلق سے امام ابو یعلی الخلیلی رحمه الله نے اپنی مخصوص اصطلاح استعمال کر کے "متفق علیه "کهه کر توثیق کی ہے - اور دیگر ائمه و محدثین نے بھی ان کی توثیق کی ہے -

ہذا یه بات مزید واضح ہوتی ہے که امام ابو یعلی جن کے بارے میں "متفق علیه "کہتے ہیں تو ان کے اس قول سے اس راوی کی تعدیل و توثیق ہوتی ہے -

اور ان تمام باتوں سے یه ثابت ہوتا ہے که مالک الدار امام ابو یعلی الخلیلی کے نزدیک بھی ثقه ہیں ، اور ان کو ثقه کہنے میں امام ابن حبان منفرد نہیں ہیں بلکه امام ابو یعلی الخلیلی رحمه الله نے بھی ان کی توثیق کر رکھی ہے -

لہذا مالک الدار پر مجہول کا اعتراض بے اصولی کے تہت ہے ، اور محض اس لئے کہ ان کی روایت منکرین توسل کے گلے کی ہڈی ہیں جسے وہ نگل نہیں سکتے ہیں ۔ اس لئے اگلنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ۔

مزید اس پر بھی غور کریں کہ البانی صاحب جن کے نزدیک تابعی مستور کی روایت صحیح یا کم از کم حسن ہے جیسا کے گزرا ہے ، مگر کس طرح اپنے مقرر کردہ اصولوں کو پامال کرتے ہوۓ انہوں نے مالک الدار پر مجہول ہونے کا اعتراض محض اس لئے کر دیا کہ ان کی روایت ان کے نفس کے مطابق نہیں ہے ۔ حالانکہ مالک الدار مخضرم ہے ثقات نے ان سے روایت کی ہے ، اور ان کی روایت کی تصحیح و تحسین بھی کی گئی ۔ بلکہ خود البانی صاحب نے ان کی ایک روایت کو حسن کہا ہے ۔ ان سب کے باوجود مالک الدار کا گناہ بس اتنا ہی ہے کہ ان کی روایت منکرین توسل کے خلاف ہے ۔

میرے خیال سے یہ کوئی حدیث کی خدمت نہیں بلکہ عوام کے ساتھ دھوکا ہے ۔

(حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ :- مالک الدار کی تعدیل و توثیق میں قول نمبر (3

(مالک الدار نے حضرت ابو عبیدہ سے سماع بھی کیا ہیں ۔)

صحابی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مالک الدار کی تعریف و تعدیل کے تعلق سے کہتے ہیں ۔

"حضرت عمر رضی نے اپنے عیال کی ذمہ داری مالک الدار کے حوالے کر رکھی تھی پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں صدقات وغیرہ تقسیم کرنے والا بنا دیا اور اسی لئے ان کا نام مالک الدار پڑ گیا " ۔

(تاریخ دمشق - لابن عساکر - ص 491) ~

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ: جلد 6 ,ص 164) ~

اس سے پتا چلتا ہیں کہ حضرت عمر فاروق ، عثمان غنی و ابو عبیدہ رضی اللہ عنھم اجمعین کو مالک الدار کی عدالت ، امانت داری و تقوی پر اعتماد تھا ۔مزید یہ کہ کبھی کسی صحابی و تابعی نے ان کے عہدے پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا لہذا یہ بات اور واضح ہوتی ہیں کہ مالک الدار کے عادل و امین ہونے پر اس وقت کے تمام صحابہ و تابعین مطمئین تھے ۔

کیا وجہ ہے کہ صحابی حضرات تو مالک الدار کو عادل ، امانت دار ، متقی ماننے کو تیار ہیں پر وہابی حضرات نہیں ؟؟؟

یحی بن معین رحمہ اللہ (4

معاويه بن صالح قال: سمعت يحى بن معين يقول فى تسمية تابعى أهل مدينة و محديثهم: مالك الدار مولى عمر بن الخطاب

معاویہ بن صالح: میں نے یحی بن معین سے سنا مالک الدار عمر بن الخطاب کے آزاد کردہ غلام تھے اور مدینہ کے ان تابعین میں سے تھے جو محدث تھے ۔

(تاریخ ابن عساکر: ج 56 ، ص 491)

خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ (5

علامہ خلیفہ بن خیاط نے بھی مالک الدار کو مدینہ کے فقہا و محدثین میں شمار کر کے انہیں فقیہ و محدث تسلیم کیا ہے ۔

باب :- المدنيون - تسمية الفقهاء والمحدثين من أهل المدينة بعد اصحاب رسول صلى الله عليه وسلم:

مالك الدار ولى عمر بن الخطاب ، ذكوان مولى مالك الدار مولى عمر بن" الخطاب "

(طبقات خلیفہ بن خیاط - ص 235)

امام ابن سعد رحمہ اللہ (6

مالك الدار "

، مولى عمر بن الخطاب ـ ـ ـ ، و روى مالك الدار عن ابى بكر الصديق و عمر " رحمهما الله ، روى عنه ابو صالح السمان ، و كان معروفا

ترجمہ :- "مالک الدار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے ۔۔۔ انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنھم سے روایات لے کر بیان کی ہے ، ان سے ابو صالح السمان نے روایات لی ہے ۔اور وہ معروف (مشہور) تھے

(طبقات ابن سعد, جلد 6 ,ص 12)

نوٹ :- و کان معروفا "کلمہ توثیق تو نہیں ہے ۔ مگر دیگر ائمہ کی توضیحات سے ان کی توثیق ثابت ہیں ، لہذا یہ کلمہ ایک جماعت کی تائید میں پیش کیا گیا ہے ۔

7) قاضی ابو عبداللہ محمد بن احمد المقدمی (المتوفی 301 ھ)

انھوں نے بھی مالک الدار کو محدثین کی جماعت میں نقل کیا ہیں ۔

" مالك الدار خازن عمر بن الخطاب هو مالك بن عياض حميری "

(کتاب التاریخ و اسماء المحدثین و کناھم ، ص 81)

8) امام ذہبی رحمہ اللہ

امام ذہبی نے مالک الدار کو صحابی کی فہرست میں شامل کیا ہیں لہذا ان کے نزدیک بھی مالک الدار ثقہ ہیں ۔

(تجرید اسماء الصحابہ: ج 2 ، ص 44)

نوٹ :- یہ روایت بھی امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہے ، جسے ان شاء اللہ عزوجل آگے بیان کیا جائے گا ۔

9) امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان کی اسی روایت کو صحیح کہا ہے ۔

- اسنادہ صحیح ~

(البدایہ والنہایہ ، ج 7, ص 101)

اسنادہ جید قوی ~

(جامع المسانید ، مسند عمر ، ج 1 ، ص 223)

اس کے علاوہ ایک بات اور عرض کئے دیتے ہیں کہ منکرین توسل کے نزدیک امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا کسی روایت کو فتح الباری میں درج کرنا اور اس پر کوئی جرح نا کرنا بھی اس روایت کی تصحیح و تحسین ہے ۔

منکرین توسل کے شیخ العرب والعجم بدیع الدین شاہ راشدی صاحب اپنے مطلب (1 -
کی روایت کو بچانے کے لئے لکھتے ہیں ۔
اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جلد 2 ، صفحہ 227)السلفیه ("
میں بحوالہ مسند البزار میں نقل کیا ہے ۔ اور اپنے مقدمہ ص 4 میں یہ شرط بیان کی ہے
کہ اس شرح میں جو احادیث لاؤنگا وہ صحیح ہوگی یا حسن ہوگی اس لئے یہ حدیث
" حافظ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق صحیح ہوگی یا حسن ہوگی
(مقالات راشدیہ ، ج 2، ص 99 ~
(نماز میں خشوع اور عاجزی - ص 13) ~
ناصبی غیر مقلد عالم کفایت اللہ سنابلی صاحب کو بھی ملاحظہ فرمائیں ۔ (2 -
لکھتے ہیں ۔
آپ نے اس حدیث کو فتح الباری میں نقل کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے ۔ "
اور فتح الباری میں کسی حدیث پر آپ کا سکوت آپ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح
یا حسن ہونے کی دلیل ہے ۔
انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر ، بحوالہ مسنون رکعات تراویح دلائل کی روشنی)
(میں ، ص 27
دونوں بھی کفایت اللہ سنابلی صاحب کی ہی کتابیں ہیں ۔
ایک اور جگہ لکھتے ہیں ۔
حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن ابی شیبہ کی کتاب سے مذکورہ بالا روایت نقل "
کی ہے اور اس کی تضعیف نہیں کی ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ
حافظ ابن حجر کی نظر میں یہ سند صحیح ہے ۔
(چار دن قربانی کی مشروعیت ، ص 35)
عرض ہے کفایت اللہ سنابلی صاحب یہ اشارہ آپ کو مالک الدار کی روایت میں کیوں
نہیں ملتا ۔ بلکہ آپ کو وہاں اشارہ کی بھی ضرورت نہیں ہے ، صریح تصحیح موجود
ہے ، لہذا اس روایت کو تو بدرجہ اولی صحیح ہونی چاہیے ۔ پر کیا کریں ہائیں رے
مسلکی تعصب ۔
انکار کرو گے آخر میری جاں کب تک ۔

اسی طرح کی بات انہوں نے اس کتاب کے صفحہ 29 پر بھی لکھی ہیں ۔

(چار دن قربانی کی مشروعیت ، ص 29)

لہذا ثابت ہوا کہ منکرین توسل کے نزدیک فتح الباری میں امام ابن حجر رحمہ اللہ کا کسی روایت کو نقل کرنا اور اس پر جرح نا کرنا ہی اس کی تصحیح و تحسین ہیں تو ہماری پیش کردہ روایت صحیح بلکہ اصح ہوئی کیوں کہ حافظ ابن حجر نے اس کے کسی راوی کو ضعیف نہیں کہا بلکہ اس کی تصحیح کی ہے ۔

لہذا اب تو منکرین توسل کو یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے ۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (10

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری, جلد 2 ، ص 413)

شارح بخاری امام قسطلانی رحمہ اللہ (11

امام قسطلانی نے بھی ان کی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(المواهب اللدنية ، جلد 4 ,ص 276)

امام السمهودی (12

علامہ سمہودی نے بھی اس روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(خلاصة الوفاء بأخبار دارالمصطفى ، جلد 1 ,ص 417)

امام عبدالباقی الزرقاني (13

علامہ زرقانی نے بھی ان کی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

، شرح علی المواهب)

(جلد 11 ,ص 150-151

علامہ ابن حجر الهیتمی (14

علامہ ابن حجر الهیتمی نے بھی ان کی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(الجوهر المنظم ، ص 152-153)~
حاشية العلامه ابن حجر الهيتمی) ~
(علی شرح الإیضاح فی المناسك ، ص 500

امام محمد ابن علان (15

ابن حجر الهیتمی کی تصحیح نقل کر کے اسی روایت سے احتجاج کیا ہے ۔ یعنی ان کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے ۔

(الفتوحات الربانیة علی اذکار النواویة ، ص 25-26)

امام تقی الدین السبکی (16

اس حدیث سے احتجاج کیا ہے اور توسل ثابت کیا ہے ، یعنی ان کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے ۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیرالانام ، ص 130)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی (17

علامہ نبہانی نے مالک الدار کی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(حجة الله علی العالمین ، ص 573-574)

امام تقی الدین ابی بکر الحصنی الدمشقی (18

آپ نے بھی اسی روایت سے احتجاج کیا ہے ۔ یعنی آپ کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے ۔

(دفع شبه من شبه وتمرد ، ص 139-140)

محدث عابد السندی (19

احتجاج کیا ہے ، ان کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے ۔

(التوسل و احکامه و انواعه ، ص 70-71)

منکرین توسل کے محدث عصر ناصرالدین البانی صاحب (20

مالک الدار کی ایک روایت کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔

" حسن موقوف "

(الترغیب والترہیب ، الجزء الاول ، کتاب الصدقات)

البانی صاحب نے خود بھی اپنے ہی اعتراض کے خلاف جا کر ان کی ایک روایت کو حسن کہا ہے ۔ اور ان کے یہاں مسلمه اصول ہے که روایت کی تصحیح و تحسین ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے لہذا البانی صاحب نے ان کی توثیق بھی خود ہی کر رکھی ہیں ۔ جب متعرض ہی خود ان کی توثیق کا قائل ہیں تو اعتراض کی کیا حیثیت ہوگی ؟ ۔۔

منکرین توسل کے امام ، ابن تیمیة (21

انهوں نے بھی اس روایت کی تائید کی ہے اور اس کے کسی راوی پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی ۔ لہذا ان کے نزدیک بھی یه روایت صحیح و ثابت ہے ۔

اقضاء الصراط المستقیم ، جلد 1, ص 735)

اور منکرین توسل کا متفقه اصول ہے که کسی امام کی طرف سے کسی روایت کی تصحیح و تحسین اس روایت میں موجود تمام راویوں کی توثیق ہوتی ہیں ۔ لہذا ثابت ہوا که مالک الدار کی توثیق ایک بڑی جماعت نے کر رکھی ہے ۔ ہیں جیسا که اوپر گزرا ہیں ۔ اور اس کے برعکس کسی ایک امام نے بھی ان کی تضعیف نہیں کی ہیں ۔ لہذا وہ متفق طور پر ثقه ہیں ۔ اس اصول کی تفصیل ان کے بڑے بڑے علماء سے ملاحظه فرمائیں ۔

کسی روایت کی تصحیح و تحسین اس کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہیں

منکرین توسل کے محدث عصر زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں ۔ (1

اگر کوئی محدث کسی حدیث کو صحیح "سندہ صحیح "حسن یا سندہ حسن " " وغیرہ کہه دے تو یه اس کی طرف سے اس حدیث کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے

(حاشیه اختصار علوم الحدیث ، ص 62)

اور یہی چیز انہوں نے اپنی کتاب القول المتین میں بھی لکھی ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

کسی سند کو صحیح کہنے کا یه مطلب ہوتا ہے که اس سند کا ہر راوی صحیح " " کہنے والے کے نزدیک ثقه یا صدوق ہے

(القول المتین ، ص 29 ، زبیر علی زئی)

اور یہی چیز ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں ۔

" تصحیح الحدیث تو ثیق لرواۃ "

یعنی حدیث کی تصحیح اس کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے ۔

(انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفہ من السنن الاربعہ ، مقدمہ ، ص 7)

الغرض زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک حدیث کی تصحیح و تحسین اس کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے ۔

منکرین توسل کے محقق محب اللہ شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں ۔ (2

" اس حدیث کی تصحیح ابن خزیمہ نے بھی کی ہے اور اس طرح حاکم بھی اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور کسی امام کی تصحیح اس کے رواۃ کی توثیق ہوتی ہے "

(مقالات راشدیہ ، جلد 4 ، ص 189 ، محب اللہ شاہ راشدی)

لہذا محب اللہ شاہ راشدی صاحب کا بھی یہی ماننا ہے ۔

ناصبی غیر مقلد عالم کفایت اللہ سنابلی صاحب (3

کفایت اللہ صاحب اپنی سینے پر ہاتھ باندھنے والی کتاب میں کئی جگہ یہ اصول لکھتے ہیں

" اور کسی راوی کی سند کی تصحیح یا تحسین اس کے سند کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے ۔

(انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر ، ص 84, ص 246, ص 248, ص 257)

اسی طرح اپنی تراویح والی کتاب میں لکھتے ہیں ۔

" یاد رہے کسی ناقد محدث کی طرف سے کسی راوی کی روایت کی تصحیح یا تحسین اس (راوی) کی توثیق ہوتی ہے "

(مسنون رکعات تراویح ، ص 18)

اپنی بدنام کتاب یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ پر بھی ایسا ہی لکھا ہے ۔

حوالہ - (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ، ص 689-690

الغرض یہ اصول منکرین توسل کے یہاں ثابت شدہ ہے ۔ مزید اس کی کئی مثالیں ابن حبان کی تنہا توثیق کے باب میں گزری ہے جہاں سے اس کا عملی ثبوت بھی ملتا ہے ۔
افسوس ہے کہ اس کے باوجود کچھ حضرات اپنے پیٹ کا دھندہ بند ہونے کے ڈر سے اپنے مسلک کے خلاف ان تمام احادیث کا انکار کر دیتے ہیں جو ان کے مسلک و نفس کے خلاف ہو ۔
انا لله و انا الیه راجعون ۔
حاصل کلام یہ کہ مالک بن عیاض المعروف بہ مالک الدار مجہول یا مستور نہیں ہے ۔
بلکہ ایک جماعت نے ان کی توثیق کر رکھی ہے لہذا مالک الدار متفقہ ثقہ ہیں ۔

منکرین توسل کے محدث کبیر محمد رئیس ندوی صاحب ۔ (4

لکھتے ہیں ۔
اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی نظر میں امام دارقطنی نے حدیث " مذکور کو ایسی متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں اور جب اتصال سند کے ساتھ سبھی رواۃ سند ثقہ ہوں تو وہ حدیث صحیح و معتبر ہوتی ہے ۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ حافظ ابن حجر حدیث مذکور کی اس سند کو متصل صحیح مانتے ہیں ۔
(غایۃ التحقیق فی تضحیۃ ایام التشریق ، ص 77 ,محمد رئیس ندوی)
یعنی سند کی تصحیح سے رواۃ کی توثیق کے ساتھ ساتھ سند کو اتصال کے لحاظ سے بھی صحیح مانا جائے گا ۔
مالک الدار کی توثیق کا ایک اور قرینہ
مالک الدار رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے ۔ جیسا کہ حافظ ذہبی وحافظ ابن حجر نے گواہی دی ہے ۔
اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ جس شخص نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی ہیں وہ صحابی ہیں ۔ اور صحابی نہ بھی ہو تب بھی اس کی عدالت کے بارے میں سوال نہیں کیا جائیگا ۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسود بن مسعود عنبری کے ترجمہ میں لکھا ہے ۔

ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روئیت حاصل ہونے کی وجہ سے باوردی رحمہ " اللہ اور ایک جماعت نے صحابہ کرام کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے" (

التہذیب ، ج 1 ، ص 342

اور منکرین توسل کی جماعت کے ایک محقق صاحب بھی ابو مظفر سمعانی کے حوالے سے لکھتے ہیں ۔

اصحاب حدیث ہر اس شخص کو صحابی کہتے جو آپ)صلی اللہ علیہ وسلم(سے " کوئی حدیث روایت کرے ، پھر اس میں وسعت دے کر ہر شخص کو جس نے رسول کو دیکھا اس کو صحابی کہا ہے "

(جرح و تعدیل ، ص 51, ڈاکٹر اقبال احمد اسحاق بسکوہری)

اسی طرح امام سیوطی نے اکدر بن حمام کو اپنی کتاب "درالسحابة فیمن دخل مصر من الصحابة "میں صحابہ کی فہرست میں شامل کیا ہے کیونکه امام ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابه میں انہیں مخضرمین میں نقل کر کے لکھا ہیں "له إدراك "یعنی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے ۔

(دیکھئے ۔ حسن المحاضرة ، لامام السیوطی ، ص 171)

مزید یه که حافظ ذہبی نے بھی انہیں اپنی کتاب تجرید اسماء الصحابه میں صحابه میں شمار کیا ہے ۔

دوسری طرف بعض ائمه نے اس نوع کا انکار کیا ہے ۔

الغرض یه که ایسے اشخاص کا صحابی ہونے میں اختلاف ہے ۔ اتنی بات ذہین نشین کر لیں ۔ اور اب منکرین توسل کے علماء کے بتائے ہوئے اصول ملاحظه فرمائیں ۔

منکرین توسل کے محدث عصر زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں ۔

جس تابعی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہو اور کم از کم ایک محدث سے ان کی توثیق ثابت ہو تو وہ صدوق ، حسن الحدیث کے درجه پر ہوتا ہے ۔ "

(حاشیه اختصار علوم الحدیث ، ص 127 ، زبیر علی زئی)

، لہذا مالک الدار زبیر علی زئی صاحب کے بیان کردہ اس اصول سے بھی بالاتفاق ثقه ہیں بلکه اوثق ہوئے کیوں که ان کی توثیق ایک جماعت سے ثابت ہے ۔

حافظ ابن حجر رحمه الله اسما بنت سعید بن یزید بن عمرو رضی الله عنہا کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔
آپ کا صحابہ میں ذکر کیا گیا ہے ، اگرچہ ان کی صحبت ثابت نہیں ، مگر ایسے "
" لوگوں کے احوال کے بارے میں سوال کرنے کی چنداں ضرورت نہیں
(تلخیص الحبیر ، الجز الاول ، ص 127)
لہذا مالک الدار ثقه ہیں ان کے احوال پر سوال کرنے کی بھی ضرورت نہیں ۔
اسی طرح منکرین توسل کے ایک محقق غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب ایک راوی حارث بن مسلم)امام دارقطنی نے انہیں مجہول لکھا ہے(کے تعلق سے یه اصول لکھتے ہیں ۔
اس پر جرح مفسر نہیں ہیں ،اس کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے لہذا یه حسن " الحدیث ہے ، حافظ ابن حجر ایک اصول بیان کرتے ہیں ۔ 'جہاں تک)رباح کی دادی(کی عدالت کا تعلق ہے ۔ تو اس کو صحابه میں ذکر کیا گیا ہے ، اگرچه اس کا صحابیه ہونا ثابت نه بھی ہوگا تب بھی اس کیسی راویه کی عدالت کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا ۔
(السنه ، جلد 1 ، شماره نمبر 1 ، ذی القعده 1429 ھ ، نومبر 2008)
لہذا مالک الدار بھی ثقه بلکه اوثق ہے ان پر کسی کی منفرد جرح بھی نہیں مزید یه که ان کی توثیق بھی کی گئی اور انہیں صحابه میں بھی ذکر کیا گیا ہے ۔ الحاصل یه ثقه ہیں اس کے علاوہ ان کے احوال کے بارے میں سوال کیا ہے نہیں جانا چاہئیے ۔
الحمدللہ یہاں دوسرے اعتراض کا جواب مکمل ہوا ۔ ہم نے الله کے احسان سے ان کی توثیق کی ہر جہت پر کامل بحث آپ کے سامنے پیش کی اور ثابت کیا که مالک الدار رحمه الله بالاتفاق ثقه ہیں اور ان پر مجہول کی جرح محض مسلکی عناد و تعصب کی وجه سے کی گئی ہے ۔ اور نا صرف اصول محدثین بلکه منکرین توسل کے اصولوں سے بھی ان کی ثقاہت واضح ہے ۔
اعتراض نمبر 3 :- تیسرا اعتراض منکرین توسل کی طرف سے یه ہے که اس روایت میں امام اعمش ہے گو ثقه ہیں لیکن مدلس ہے اور روایت میں عنعنه ہیں اور مدلس جب عن سے روایت کریں تو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے ۔

الجواب :- ان شاء اللہ عزوجل اس اعتراض کا بھی تفصیلی جواب دیا جائیگا ۔ قبل اس کے ایک نقطہ بیان کرتا چلوں ۔۔۔ عرض ہے کہ البانی صاحب جو اپنی نفس کے خلاف روایات پر اعتراض کا کوئی نقطہ نہیں چھوڑتے اور البانی صاحب ہی وہ پہلے شخص ہے جنہوں نے سب سے پہلے اس روایت پر بیجا اعتراض کیا مگر اس روایت میں امام اعمش کی تدلیس کا اعتراض البانی صاحب نے بھی نہیں کیا ۔ جو اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ یہ اعتراض جو البانی صاحب کے پیروکار حضرات نے کیا ہیں یہ بھی محض مسلک پرستی و مسلکی منافرت و تعصب کی بنا پر کیا گیا ہے ۔ اور اس کی کوئی تحقیقی حیثیت نہیں ہے

اس کے باوجود قارئین کرام کے مکمل اطمینان کے لئے تفصیل پیش کی جاتی ہے ۔ امام اعمش کا تعرف بحوالہ پیچھے پیش کیا جا چکا ہے ۔ امام اعمش روایت حدیث کے بہت بڑے امام ہے ۔ ان کی روایات سے کتب احادیث بشمول صحاحِ ستہ بھری پڑی ہے ۔ امام اعمش باالاتفاق ثقہ ہے ، اور مدلس بھی ہے ۔ امام ابن حجر نے پہلے طبقات المدلسین " میں دوسرے طبقہ میں درج کیا تھا ۔ بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کرتے ہوئے النکت "میں تیسرے طبقہ میں درج کیا ہے ۔ اور یہی راجح ہے ۔ ایسا ہی موقف حافظ ذہبی کا بھی ہے کہ انہوں نے امام اعمش کو مدلس قرار دیا ہے اور ان کے تین خاص شیوخ)ابو صالح السمان ، ابراہیم النخعی ، ابو وائل(کے تعلق سے فرمایا ہے کہ ان سے امام اعمش کی روایت سماع پر محمول ہے ۔

نوٹ :- ہماری پیش کردہ روایت ابو صالح السمان سے ہی مروی ہے جن سے ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے ۔ امام اعمش کی امامت و جلالت کے غیر مقلدین بھی قائل ہیں ۔ ان میں بعض غیر مقلدین نے امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ)ابو صالح السمان ، ابراہیم النخعی ، ابو وائل(سے عنعن پر اعتراض کیا ہے ۔ جبکہ غیر مقلدین علماء کی ایک جماعت نے امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ سے عنعن کو بھی سماع پر محمول کرتے ہوئے قبول کیا ہے ۔

کما سیأتی

بعض مدلسین بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے ۔

حافظ ابن رجب حنبلی نے اس اصول کے تعلق سے باب بھی قائم کیا ہے ۔

ذکر من عرف بالتدلیس وکان له شیوخ لا یدلس عنهم فحدیثه عنهم متصل منهم "
ترجمہ: ان رواۃ کا ذکر جو تدلیس کرنے میں معروف تھے ۔)تاہم(ان کے چند شیہوخ ایسے بھی تھے جن سے وہ تدلیس نہیں کرتے تھے ان شوخ سے جو حدیثیں وہ روایت کرتے " تھے وہ متصل ہوتی ہیں ۔

(شرح العلل الترمذی ، ص 503)

مزید آگے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں کہ ہشیم بن بشیر حصین بن عبدالرحمن السلمی سے تدلیس نہیں کرتے تھے ۔

اسی اصول کو غیر مقلدین کے مشہور و معتبر زبیر علی زئی صاحب بھی اپنی کتاب میں تخصیصات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

جس طرح بعض اصول و قواعد میں تخصیصات ثابت ہوجانے کے بعد عام کا حکم "" عموم پر جاری رہتا ہے اور خاص کو عموم سے باہر نکال لیا جاتا ہے اسی طرح اس اصول میں بھی کچھ تخصیصات ثابت ہیں ۔

(انوار الطریق ، ص 20)

اگلے صفحہ پر اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

نمبر 3: بعض مدلسین کی روایات بعض شاگردوں کی روایت میں)جیسا کے دلیل سے"" ثابت ہے(سماع پر محمول ہوتی ہے ۔ مثلاً شعبہ کی قتادہ ، اعمش اور ابو اسحاق السبیعی سے روایت ، شافعی کی سفیان بن عینیه سے روایت اور یحیٰ بن سعید القطان کی سفیان الثوری سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے ۔

نمبر 4: بعض مدلسین بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے ، مثلاً ابن جریج عطا بن رباح سے اور ہیشم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے لہذا ایسی معنعن روایت بھی سماع پر محمول ہوتی ہے ۔

(انوار الطریق ، ص 21)

لہذا غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب خود مدلس کی عن والی روایت میں استثنائی صورت کے قائل تھے کہ بعض مدلسین اپنے خاص شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے ۔ اور ان کی عن والی یہ خاص روایات سماع پر محمول ہوتی ہے تو یہاں اس بات کو تسلیم کیوں

نہیں کرتے کہ امام اعمش اپنے خاص شیوخ میں سے ابو صالح سے تدلیس نہیں کرتے تھے ؟ اسی لئے کہ یہ روایت ان کے نفس و مسلک کے لئے نقصان دہ ہے ؟
بلکہ زبیر علی زئی صاحب امام اعمش کی عن والی روایت میں بھی تخصیص کے قائل ہیں۔

امام شعبہ بن الحجاج (1

زبیر علی زئی صاحب شعبہ بن الحجاج سے امام اعمش کی عن والی روایات کے تعلق سے لکھتے ہیں
امام شعبہ نے کہا: میں آپ کے لئے تین)اشخاص(کی تدلیس کے لئے کافی ہوں ، اعمش"" ابو اسحاق اور قتادہ ۔)اسنادہ صحیح(،
، التاسیس فی مسئلہ التدلیس ، ص 12 (ماہنامہ الحدیث حضرو ، شمارہ 330/ ص 32

لہذا خود غیر مقلدین کے بڑے محدث سے ثابت ہوا کہ امام اعمش کی عن والی روایات مطلقاً مردود نہیں ہے ۔ بلکہ خاص اوقات میں ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے ۔
امام اعمش کی عن والی روایات میں استثنائی صورتوں کا بیان
جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ ائمہ کی تصریحات کے مطابق امام اعمش تیسرے طبقہ کے مدلس ہے مگر ائمہ کی تصریحات سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ امام اعمش کی عن والی روایات میں استثنائی صورتیں موجود ہے اور وہ بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے لہذا وہ عن والی روایات سماع پر محمول ہوتی ہے
بہ بن الحجاج ۔
، امام شعبہ نے کہا: میں آپ کے لئے تین)اشخاص(کی تدلیس کے لئے کافی ہوں ، اعمش ابو اسحاق اور قتادہ ۔
(طبقات المدلسین ، لامام ابن حجر ، ص 151)

:امام یحیٰ بن سعید القطان (2

امام ابن حجر لکھتے ہیں ۔

اور القطان اپنے مدلس شیوخ سے صرف وہی حدیث لیتے تھے جن کا انہوں نے سماع " کیا ہو ۔

(فتح الباری ، ج 1 ، ص 30 ، دار المعرفه)

حفص بن غیاث (3

" کان عامة حدیث الاعمش عند حفص بن غیاث علی الخبر والسماع

حفص بن غیاث کے پاس اعمش کی عام روایتیں سماع پر محمول ہوتی ہے ۔

(تاریخ بغداد ، ج 8, ص 194)

، اس شق میں اعمش کے تین مخصوص شیوخ)یعنی ابو صالح السمان (4 ابو وائل شقیق بن سلمة ، ابراهیم النخعی (آتے ہیں جن سے ان کی عام روایتیں سماع پر محمول ہوتی ہے

امام ذہبی رحمه الله لکھتے ہیں ۔

قلت وهو يدلس وربما دلس عن ضعيف ولا يدري به ، فمتى قال :أخبرنا فلان" فلا كلام ، ومتى قال :عن تطرق إليه احتمال التدليس ، إلا في شيوخ له أكثر عنهم كإبراهيم ، وأبي وائل ، وأبي صالح السمان ، فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال

میں کہتا ہوں وہ)اعمش (تدلیس کرتا ہے اور بساوقات کسی ضعیف سے بھی تدلیس کرتا ہے اور انہیں اس کا علم نہیں ہوتا پھر جب وہ حدثنا کہے تو اس کی روایت کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں اور جب "عن "کہے تو اس میں تدلیس کا احتمال) آجاتا ہے مگر ان شیوخ میں جن سے انہوں نے بہت سی روایات لی ہیں مثلاً ابراہیم النخعی (،و ابووائل)شقیق بن سلمه (اور ابو صالح السمان تو اس کی روایت اس " صنف سے اتصال پر محمول ہوگی

(میزان الاعتدال ، ج 2 ، ص 224)

یه وہی امام ذہبی ہے جنهیں غیر مقلدین کے بڑے بڑے علماء “صاحب الاستقراء التام فی نقدالرجال "کے لقب سے یاد کرتے ہیں ۔

لہذا یہ ثابت ہوا کے امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ سے عن والی روایات سماع پر محمول ہوتی ہیں ۔

امام اعمش کی تدلیس اور ان کے شیوخ سے عنعنہ کے متعلق محدثین کرام و غیر مقلدین کے علماء کے اقوال: -

ان شاءاللہ عزوجل یہاں ہم امام اعمش کی تدلیس ان کے خاص شیوخ سے مقبول ہونے کے متعلق ائمہ کرام و غیر مقلدین کے بڑے بڑے علماء کے اقوال نقل کریں گے جس یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ سے عنعنہ نہ صرف اہل سنت کے یہاں بلکہ اہل بدعت غیر مقلدین کے یہاں بھی مقبول ہیں ۔ بلکہ بعض حضرات نے تو ان کو دوسرے طبقہ میں نقل کیا ہے اور ان کے عنعنہ کو مطلقاً قبول کیا ہے ۔ غیر مقلدین حضرات کا معاملہ یہ ہے کہ جب کوئی روایت ان کے کام کی نظر آئیں تو اس روایت کے تمام راویوں کا پرزور دفع کریں گے ، لیکن جب وہی راوی ان کے نفس کے خلاف روایت کرے تو یہ حضرات اس تنقید کی کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور روایت کو ضعیف و موضوع ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے اور طرح طرح کے ہربے اپناتے ہیں ۔ خیر یہ موضوع نہیں ہے ہمارا مقصد بس ایک حقیقت آپ کے سامنے پیش کرنی تھی ۔ اب مسلہ ھذا پر حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں ۔

امام ابن معین (1

" اصح الاسانید ، الاعمش عن ابراھیم بن یزید النخعی عن علقمہ بن قیس عن عبداللہ بن مسعود

، التقيد والايضاح ، للعراقي ، ص 11)

(توضیح الافکار ، جلد 1, ص 32

علامہ ابن کثیر نے بھی اسے نقل کیا ہے ۔

(الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ، ص 101)

غیر مقلدین کے بڑے محدث محب اللہ راشدی صاحب امام ابن معین کے اس قول کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

معلوم ہوا کہ امام اعمش ابراہیم نخعی سے تدلیس نہیں کرتے تھے ورنہ امام ابن معین " اس کو اصح الاسانید میں شمار نہیں کرتے تھے ، امام ابن معین رحمہ اللہ کو اعمش کی تدلیس کا علم تھا پھر بھی الاعمش عن ابراھیم کو اصح الاسانید کہا ۔

(مقالات راشدیہ ، جلد اول ، ص 336)

لہذا ثابت ہوا کہ امام ابن معین رحمہ اللہ کے نزدیک امام اعمش خاص شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے ۔

امام یعقوب بن سفیان الفسوی (2

و حدیث سفیان و ابی اسحاق والاعمش ما لم انہ مدلس یق وم مقام الحجة "

سفیان ، ابو اسحاق اور اعمش کی حدیث سے حجت پکڑی جائے گی سوا اس کے کہ کسی " حدیث میں ان کا مدلس ہونا معلوم ہوجائے ۔

(المعرفة والتاریخ ، جلد 2 /ص 637)

یعنی جب تک امام اعمش کی تدلیس ثابت نا ہو ان کا عنعنہ بھی مقبول و حجت ہے ۔

امام احمد بن حنبل (3

. سالتہ عن سھیل والاعمش فی ابی صالح. فقال: الاعمش احب الینا

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ ابو صالح سے روایت کرنے میں سہیل اور اعمش میں سے کون آپ کو زیادہ پسند ہے ؟ تو آپ نے فرمایا :اعمش ابو صالح سے روایت کرنے میں زیادہ پسند ہے ۔

(العلل و معرفة الرجال ، رقم :3288)

مزید ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس میں امام ابو داؤد اعمش کی تدلیس کے تعلق سے امام احمد بن حنبل سے پوچھے گئے سوال کو نقل کرتے ہیں ۔

قال ابو داؤد سمعت احمد سئل عن الرجل یعرف بالتدلیس یحتج فیما لم " : یقل فیہ سمعت ؟ قال: لا ادری فقلت الاعمش متی تصاد لہ ألالفاظ ؟ قال . یضیق ھذا ، ای انك تحتج بہ

یعنی امام احمد بن حنبل سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو تدلیس کے وصف سے مشہور ہے اور اس نے سماعت کے الفاظ بھی نہ کہے ہوں اور اس سے احتجاج بھی کیا جاتا ہو ۔ تو امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کسی ایسے شخص کو ۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں اعمش کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جب وہ ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ایسا کم ہوتا ہے بلکہ ان سے احتجاج کیا جائے گا ۔

(سوالات ابی داؤد لامام احمد ، رقم 138 ، ص 199)

احمد شاکر صاحب جو کہ غیر مقلدین کے یہاں معتبر ہے وہ بھی امام احمد سے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اصح الاسانید کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔

وما كان من حديث عبدالله بن مسعود فقال احمد: ابو معاوية الضرير فقال " " حدثنا الاعمش عن ابراهيم النخعی عن علقمه عن عبدالله

(مقالات راشدیه ، جلد اول ،ص 336-337)

لہذا ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی اعمش کی عنعنه مطلقا مردود نہیں ہے اس کے برعکس بعض شیوخ سے صحیح بلکه اصح الاسانید ہے ۔

امام أبو زرعة الرازي (4

امام ابو زرعة الرازي سے امام اعمش کے تعلق سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ۔

" الاعمش ربما دلس "

کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے

(علل الحدیث ، جلد اول ، ص 406)

امام ابو حاتم الرازی نے بھی یہی جواب دیا جب ان سے امام اعمش کے تعلق سے (5 پوچھا گیا ۔

" الاعمش ربما دلس"

(علل الحدیث ، جلد اول ، ص 118)

یه دونوں حوالے اس بات کی دلیل ہے کہ امام اعمش خاص شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے ۔)امام اعمش کی تدلیس میں استثنائی صورتوں کا ہی نتیجه ہے کہ بعض ائمه نے

انہیں دوسرے طبقه کا ہی مدلس سمجھا حالانکه وہ تیسرے طبقه کے مدلس ہے مگر یه اپنے خاص شیوخ سے جن سے انہوں نے بکثرت روایات لی ہے ان سے تدلیس نہیں کرتے تھے -)

امام وکیع بن الجراح (5

روی لنا ان وکیع بن الجراح قال التلامذة أیها احب الیکم ان احدثکم عن سلیمان الاعمش عن ابی وائل عن عبدالله بن مسعود عن النبي صلی الله علیه وسلم ؟ او احدثکم عن سفیان الثوری عن منصور عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود ؟ قالو! نحب الاعمش: فانه اقرب اسناد. قال و یحکم! الاعمش شیخ عالم ، و ابو وائل شیخ ، و لکن سفیان عن منصور عن ابراهیم عن علقمه: فقیه عن فقیه عن فقیه عن فقیه.

ترجمه: امام وکیع بن الجراح سے روایت ہے که انہوں نے اپنے تلامذه کو فرمایا که ان دو اسنادوں

عن سلیمان الاعمش عن ابی وائل عن عبدالله بن مسعود ۔ -

عن سفیان عن منصور عن عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود ۔ -

میں سے کس اسناد کو آپ زیادہ پسند کرتے ہیں که میں اس اسناد سے آپ کو حدیث سناؤں ۔ تلامذه نے جواب دیا که ہم تو اعمش والی اسناد کو پسند کرتے ہیں کیونکه یه اقرب اسناد ہے تو امام وکیع نے فرمایا: تم پر افسوس! اعمش شیخ ہے عالم ہے ابو وائل شیخ ہے لیکن سفیان عن منصور عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود فقیه عن فقیه عن فقیه عن فقیه ہے ۔

(کتاب الارشاد ، لامام ابو یعلی الخلیلی, 1 ,ص 177)

اگر امام اعمش اپنے شیخ ابی وائل سے تدلیس کرتے تو امام وکیع اسے عن کی وجه سے ضعیف قرار دیتے پر وہ تو اصح الاسانید کا ذکر کرکے ایک سند میں فقیه رواۃ ہونے کی وجه سے ترجیح دیتے ہیں ۔

امام وکیع کے اس قول پر غیر مقلدین کے شیخ محب الله راشدی صاحب کی تشریح بھی ملاحظه فرمائیں

یعنی امام وکیع نے دونوں اسنادوں کو صحیح قرار دیا لیکن ایک کو فوقیت و ترجیح اس لئے دی کہ اس کے رواۃ فقیہ تھے اگر تدلیس ہوتی تو وہ ضعیف ہوتی تو موازنا ہی نہ ہوتا ایسی صحیح ترین اسناد سے ۔

(مقالات راشدیہ ، جلد اول ، ص 337)

امام حاکم (6

امام حاکم نے المستدرک میں امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ والی روایت کی تصحیح کئی ایک مقامات پر کی ہے ۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی امام اعمش کی عنعنہ مطلقاً مردود نہیں ہے ۔ بلکہ ان کے خاص شیوخ سے جن سے انہوں نے بکثرت روایات لی ہیں مقبول ہے ۔

اعمش عن ابی صالح کی ایک روایت کے بارے میں امام حاکم لکھتے ہیں ۔

.ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولا اعرف له علة ولم یخرجاہ "

یعنی یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے پر انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اور ہم اس حدیث میں کسی بھی قسم کی علت نہیں جانتے "

(المستدرک مع التلخیص ، کتاب الطھارۃ ، جلد اول ، ص 183)

لہذا ثابت ہوا امام حاکم کے نزدیک بھی امام اعمش ابو صالح السمان سے تدلیس نہیں کرتے تھے ورنہ وہ یہ نہ کہتے کہ اس حدیث میں ہم کوئی علت نہیں جانتے ۔

امام العلائی (7

امام العلائی نے بھی امام اعمش کو دوسرے طبقہ کے مدلسین میں شمار کیا ہے ۔ اور دوسرے طبقہ کے مدلسین کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔

و ثانیھا :من احتمل الأئمة تدلیسه و خرجوا له فی الصحیح وان لم یصرح بالسماع و ذلك أما لامامته أو لقلة تدلیسه فی جنب ما روی أو لأنه لا یدلس الا عن ثقة و ذلك کالزھری و سلیمان الاعمش و ابراھیم النخعی و اسماعیل بن أبي خالد و سلیمان التمیمي و حمید الطویل والحکم بن عتبة و یحي بن أبي کثیر و ابن جریج والثوری و ابن عیینة و شریك و ھشیم ففی الصحیحین وغیرھما لھولاء الحدیث الکثیر مما لیس فیه التصریح بالسماع و بعض الأئمة حمل

ذلك على أن الشيخين اطلعا على سماع الواحد لذلك الحديث الذي أخرجه بلفظ عن و نحوها من شيخه و فيه تطويل .

ترجمه :اور مدلسین کی دوسری قسم وہ یہ ہے جن کی تدلیس کو ائمہ نے قبول کیا اور ان کی حدیثوں کو صحیح میں ذکر کیا گرچہ انہوں نے سماع کی صراحت نا کی ہو اور وہ یا تو ان کی امامت وجلالت کیوجہ سے یا انہوں نے اپنی روایتوں کے بالمقابل بہت کم ، تدلیس کی ہے یا تو انہوں نے صرف اور صرف ثقہ سے تدلیس کی ہے جیسے امام زہری سلیمان الاعمش اور ابراهیم النخعی ، اسماعیل بن ابی کثیر ، ابن جریج ، الثوری الخ پس صحیحین اور انکے علاوہ میں ان کی وہ حدیثیں بکثرت ہیں جن میں سماع کی صراحت نہیں ہے اور بعض ائمہ اسکو اسپر محمول کیا ہے کہ شیخین اس حدیث کے سماع پر مطلع ہوے ہیں جس کو اس نے اپنے شیخ سے عن سے روایت کی ہے "

(جامع التحصیل ، ص 113)

ابن حزم (8

غیر مقلدین کے یہاں معتبر اور ان کے امام ، ابن حزم نے امام اعمش کی روایات کو مطلقاً قبول کیا ہے

لکھتے ہیں -

و اما المدلسين ، فينقسم قسمين:

أحدهما حافظ عدل ربما ارسل حديثه ، و ربما اسنده ، و ربما حدث به على سبيل المذاكرة أو الفتيا أو المناظرة ، فلم يذكر له سندا ، و ربما اقتصر على ذكر بعض رواته دون بعض ، فهذا لا يضر ذلك سائر رواياته شيئا لان هذا ليس جرحة ولا غفلة ، لكنا نترك من حديثه ما علمنا يقينا أنه أرسله وما علمنا أنه ، أسقط بعض من في إسناده و ناخذ من حديثه ما لم نوقن فيه شيئا من ذالك وسواء قال أخبرنا فلان ، أو قال عن فلان كل ذالك واجب قبوله مالم يستيقن ، أنه اورد حديثاً بعينه إيراد غير مسند ، فإن أيضاً ذلك تركنا ذلك الحديث وحده فقط و أخذنا سائر رواياته و قد رأينا عن عبدالرزاق بن همام قال كان معمر يرسل لنا احاديث ,فلما قدم عليه عبدالله بن مبارك أسندها له ، و هذا

النوع مبهم كان جلة اصحاب الحديث و أئمة المسلمين كالحسن البصرى ، و ابى اسحاق السبيعي ، و قتاده بن دعامة ، و عمرو بن دينار ، و سليمان الاعمش و أبي زبي ، و سفيان الثورى ، و سفيان بن العينية و قد أدخل على بن عمر الدار قطني ، فيهم مالك بن أنس و لم يكن كذلك ولا يوجد له هذا إلا فی قليل من حديثه أرسله مرة واسنده أخرى ...

ترجمہ: اور رہی بات مدلسین کہ تو ان کی دو قسمیں ہیں ۔

پہلی قسم ایسا حافظ عادل راوی جو بسا اوقات اپنی حدیث کو مرسل تو کبھی مسند تو کبھی مذکراہ یا فتوی یا مناظرہ کے طرز پر روایت کرتا ہے اسلئے اسکی سند کو نہیں ذکر کرتاہے اور کبھی سند کے بعض راویوں کو ذکر کرتا ہے تو یہ تمام چیزیں اسکی تمام روایتوں کو نقصان نہیں پہنچاتی ہیں کیوں کہ یہ نہ تو جرح ہے اورنہ ہی راوی سے کوئ غفلت ہوتی ہے لیکن ہم اس کے ان حدیثوں کو ترک کردیں گ جن کے بارے میں یقین ہو کہ اس نے اس میں ارسال کیا ہے یا اس حدیث کے سند کے بعض راویوں کو ساقط کر دیا ہے اسکے علاوہ اس کی تمام حدیثوں کو قبول کریں گے چاہے اخبرنا فلان کہے یا قال عن فلان کہےیہاں تک کہ حدیث کو دوسری حدیث کی سند روایت نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو اس کی اس حدیث کو ترک کردیں گے عبد الرزاق بن ہمام سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ معمر ہمیں مرسل حدیثیں بیان کرتے تھے لیکن جب عبداللہ ابن مبارک انکے پاس آۓ تو اس کی سندوں کو بیان کیا اکثر اصحاب حدیث ، اور ائمہ مسلمین جیسے حسن بصری ، ابو اسحاق السبیعی ، قتادہ بن دعامہ عمرو بن دینار ، سلیمان الاعمش ، ابوزبی ، سفیان الثوری ، سفیان بن العینیہ اسی قسم میں سے ہیں اور امام علی بن عمر الدراقطنی نے امام مالک کو اسی قسم میں داخل کردیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ ایسا بہت کم ہے کہ ایک حدیث کو ایک مرتبہ مرسلا روایت کیاہو پھر اسی حدیث کو مسندا روایت کیا ہے ۔

(الأحكام فی اصول الاحكام ، جلد 1 ، ص 141/142)

یعنی ابن حزم کے نزدیک امام اعمش کی روایات میں عنعنه سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اسے قبول کیا جائے گا ۔ الا یه که ارسال ثابت ہو جائے ۔

امام ترمذی (9

امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ ابو صالح ابو وائل ، ابراهیم سے عن سے کئی روایات نقل کرنے کے بعد ان کی تصحیح و تحسین ، کی ہے ۔ جس سے پتا چلتا ہے که آپ کے نزدیک بھی امام اعمش کی عنعنه مطلقاً مردود نہیں ہے بلکه جن سے انہوں نے بکثرت روایات لی ہے ان سے مقبول ہے ۔
امام ترمذی نے جامع ترمذی میں مندرجه ذیل مقامات پر اعمش عن الشیوخ کی تصحیح و تحسین کی ہے ۔
رقم :- 13 ,16 ,93 ,116 ,153 ,169 ,369 ,420 ,443 ,489 ,623 ,729 ,743 ,756
1595, 1440, 1406, 1369, 1307, 1269, 1169, 1155, 1099, 977, 965, 860,
2428 , 2401 , 2200 , 2139, 2137 , 2025 , 1998, 1985 , 1977, 1971, 1646,
, 2679 , 2646 , 2625 , 2606 , 2597 , 2592 , 2577 , 2574 , 2554 ,2513,
3067 ,3053 , 3025 , 2996 , 2961 , 2939 , 2856 , 2855 , 2851 , 2792 , 2688
, 3602 , 3600 , 3597 , 3481 , 3285 , 3156 , 3141 , 3135 , 3118 , 3085 ,
.. 3853 , 3869 , 3810 , 3604 , 3603
یه کل 73 روایتیں ہے جن میں سے اعمش عن ابو صالح کی 39 روایات ہے ۔ جن کی تصحیح و تحسین امام ترمذی نے کی ہے ۔

امام ابن خزیمه ۔ (10

امام ابن خزیمه نے اعمش عن الشیوخ کی کئی روایات اپنی صحیح میں درج کی ہے ۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک امام ابن خزیمه نے اپنی صحیح میں وہ روایات درج کی ہے جو ان کے نزدیک ثقه رواۃ سے متصل ہیں ۔ اس اصول سے پتا چلتا ہے که امام ابن خزیمه بھی امام اعمش کی عنعنه کو مطلقاً مردود نہیں سمجھتے تھے ۔ بلکه استثنائی صورتوں کے تحت مقبول سمجھتے تھے ۔

رقم :- 79 ,86 ,190 ,200 ,286 ,345 ,346 ,580 ,593 ,787 ,893 ,894 ,922
, 1613 ,1593, 1579 , 1563 , 1530 , 1211 , 1185 , 1115 , 1114 , 1111 , 925 ,
, 2182 , 2153 , 2078 , 1971 , 1900 , 1841 , 1718 , 1703 , 1671 , 1665
.. 3040 , 2521 , 2520 , 2510 , 2420 , 2333 , 2252 , 2234

یہ کل 43 روایتیں ہے جو ان کے تین شیوخ سے مروی ہے - جن میں سے ابو صالح سے ان کی عن سے روایات 21 مقامات پر موجود ہے - جس سے آپ امام ابن خزیمہ کے موقف کو سمجھ سکتے ہیں

11) امام بوصیری رحمہ اللہ

امام بوصیری نے اپنی کتاب مصباح الزجاجہ میں جابجا امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ سے عن کردہ روایات کی تصحیح کی ہے -

اعمش عن ابی صالح کے تعلق سے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں -

اعمش عن ابی صالح کی ایک روایت کے بارے میں کہتے ہیں -

".اسنادہ ابی ہریرہ صحیح ، رجالہ رجال الصحیحن "

(مصباح الزجاجة ، رقم - 303)

ایک اور روایت جس کے رواۃ بالکل اسی روایت کے رواۃ ہے)سوائے مالک الدار کے(

.حدثنا ابو بکر ابن ابی شیبہ حدثنا أبو معاوية حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن أبي هريرة

اسی سند کے تعلق سے لکھتے ہیں -

" و اسناد ابی هريرة صحيح على شرط الشيخين "

(مصباح الزجاجة ، رقم - 567)

لهذا ثابت ہوا کہ امام بوصیری رحمہ اللہ بھی امام اعمش کی عنعنہ مطلقاً مردود نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے خاص شیوخ سے مقبول جانتے تھے -

12) امام الذہبی

یہ وہ امام ہے جنھیں غیر مقلدین وں کے علماء "نقد الرجال میں صاحب الاستقراء التام مانتے ہیں ، لکھتے ہیں - "

ومتى قال :عن، تطرق إليه احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم، كإبراهيم النخعي وأبي وائل وأبي صالح السمان، فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال ۔

:ترجمه

جب وہ)امام اعمش(عن سے کہے تو ان میں تدلیس کا احتمال ہوتا ہے مگر ان شیوخ میں جن سے بکثرت روایت کرتے ہیں ۔ مثلاً ابراہیم النخعی ، ابی وائل ، ابو صالح السمان " تو ان سے ان کی روایت اتصال پر محمول ہوتی ہے

(میزان الاعتدال ، جلد ص 224)

الحمدللہ ۔

ہماری بھی پیش کردہ روایت ابو صالح السمان سے ہے جن سے اعمش کی روایات سماع و اتصال پر محمول ہوتی ہے۔

لہذا اب کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا اس روایت کے صحیح ہونے میں ۔

امام برہان الدین سبط ابن العجمی (13

انہوں نے اپنی کتاب التبین لاسماء المدلسین میں امام ذہبی کی تائید کی ہے ۔

(التبین لاسماء المدلسین ، لسبط ابن العجمی ، ص 31)

شارح صحیح بخاری امام ابن حجر عسقلانی (14

امام ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق امام اعمش خاص شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان خاص شیوخ سے ان کا عنعنہ مضر ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

قولہ):عن ابی وائل(ھو شقیق بن سلمة و قد تقدم فی الشرب من روایة ابی " حمزة و ھو السکری و فی الأشخاص من روایة شعبة عن سلیمان و ھو الاعمش و یستفاد منه انه مما لم یدلس فیه الاعمش فلا یضر مجیئة عنه بالعنعنة ،

:ترجمہ

ابو وائل شقیق بن سلمہ ہیں جن کا ذکر شرب کے باب میں گزرا ابو حمزہ کی روایت سے اور اشخاص کے باب میں ابو معاویہ سے روایت ہیں اور یہ دونوں اعمش عن شقیق بن

سلمه سے روایت کرتے ہیں جن کا ذکر ابھی شعبه کی روایت میں گزرا جو سلیمان سے روایت کرتے ہیں جن کو اعمش کہا جاتا ہے اور اس روایت سے یه فائده نکلا کے اس روایت میں اعمش تدلیس نہیں کرتے تو ان کا عنعنه کے ساتھ روایت لانا کوئی مضر نہیں ۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری ، جلد 15, ص 320, کتاب الایمان والنذور ، حدیث نمبر- 6676/6677،)

مزید یه که اسی سند ۔

ابو معاویه عن الاعمش عن ابی صالح کو اصح الاسانید یعنی تمام اسانید میں صحیح تر لکھتے ہیں -

ابو معاوية هو محمد بن خازم بمعجمتين ، عن الاعمش سليمان بن مهران ، عن ابی "" صالح ذكوان تكرر كثير وهو من أصح الأسانيد.

ترجمه:

ابو معاویه کا نام محمد بن خازم ہے دو نقطوں کے ساتھ وه اعمش سلیمان بن مهران سے روایت کرتے ہیں ۔ اور وه ابو صالح السمان سے روایت کرتے ہیں یه سند کثرت سے پائی جاتی ہے اور یه تمام اسانید میں سب سے صحیح اسناد (اصح الاسانید) ہے "

(هدی الساری مقدمه فتح الباری ، ابن حجر ، ص 275)

اور مزید یه که امام ابن حجر عسقلانی رحمه الله نے اسی روایت کی تصحیح بھی کی - ہے جس کا حواله تصحیح کے باب میں گزرا ہے ۔

امام البغوی (15

امام بغوی نے امام اعمش کی ان کے خاص شیخ ابو صالح السمان سے روایات کی تصحیح کی ہے - .دیکھئے .

(تفسیر البغوی - جلد اول ، فصل فی فضائل تلاوة القرآن)

امام جلال الدین السیوطی (16

امام سیوطی نے امام اعمش کے خاص شیخ ابراہیم سے ان کی روایت کو اصح الاسانید میں ذکر کیا ہے ۔ لہذا ان کے نزدیک بھی وہ اپنے خاص شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے جن سے انہوں نے بکثرت روایات لی ہے ۔

. کذا ابن مهران)اعمش (عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود "

(الفية السيوطى فى علم الحديث ، ص 5)

علامه ابن کثیر (17

انہوں نے اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

حواله پیچھے تصحیح کے باب میں گزرا ہے ۔

امام قسطلانی)شرح صحیح البخاری ((18

انہوں نے بھی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(المواہب الدنیه , جلد 4 ,ص 276)

امام زرقانی (19

امام زرقانی نے بھی امام اعمش کی اسی عن والی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(شرح علی المواهب ، جلد 11، ص 150-151)

امام ابن حجر الهیتمی (20

انہوں نے بھی امام اعمش کی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(الجوهر المنظم ، ص 152-153)

(حاشية العلامه ابن حجر على شرح الإيضاح فی مناسك الحج ، ص 500)

امام السمهودی (21

انہوں نے بھی امام اعمش کی اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(خلاصة الوفاء بأخبار دار المصطفى ، جلد 1 ، ص 417)

علامه یوسف بن اسماعیل النبهانی (22

اسی روایت کی تصحیح کی ہے ۔

(حجة الله على العالمين ، ص 573-574)

غیر مقلدین کے امام ناصرالدین البانی ۔ (23

البانی صاحب امام اعمش کے عنعنه کو مطلقاً قبول کرتے ہے۔ چاہے وہ عن سے روایت کریں یا نه کریں یا وہ اپنے خاص شیوخ سے روایت کریں یا کسی بھی شیخ سے روایت کریں ان کا عنعنه مردود نه ہوگا ۔ الا یه که تدلیس ثابت ہوجائے ۔ یعنی ان کے نزدیک امام اعمش کا عن سے روایت کر دینا روایت کو مضر نہیں ۔ بلکه ان کے عنعنه سے بھی احتجاج کیا جائے گا یہاں تک که ان کے تدلیس کرنے کا یقین ہو جائے کسی خاص روایت میں ۔

لکھتے ہیں ۔

:هذا اسناده صحيح رجاله كلهم ثقات على شرط مسلم ولم يخرجه "
والاعمش! اسمه سليمان بن مهران ، وهو مدلس ، لكن الجمهور على الاحتجاج بعنعنة ؛ حتى يتبين انه دلس ، على انه قد توبع هنا كما فى الحديث الآتى

اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں امام مسلم کی شرط پر اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ، اور جو اعمش ہے وہ سلیمان بن مہران ہے ، اور وہ مدلس

ہے لیکن جمہور کے نزدیک ان کے عنعنہ سے احتجاج کیا جائے گا حتی کی کسی روایت میں ان کا تدلیس کرنا واضح ہو جائے ، کہ وہ عنعنہ کو اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح حدیثوں میں)یعنی غیر تدلیس حدیثوں (یہ استعمال ہوتا ہے ۔

(صحیح سنن ابی داود ، جلد 4 ,ص 238 ، کتاب الصلاۃ ، رقم 982)

وہابی عالم احمد شاکر (24

احمد شاکر صاحب نے امام اعمش کی عن ابراہیم والی سند کو اصح الاسانید میں ذکر کیا ہے ۔

(الفية السيوطی، حاشیه ، ص 5)

(الباعث الحثيث فی شرح اختصار علوم الحديث ، حاشیه ، ص 103)

وہابی عالم عبدالقادر ارناؤوط (25

انہوں نے بھی اعمش عن ابراہیم کو اصح الاسانید میں ذکر کیا ہے ۔

(حاشیه جامع الاصول فی احاديث الرسول ، جلد اول ، ص 155)

عرب محقق عبدالکریم اسماعیل الصباح (26

و أصح الأسانيد عن ابن مسعود - الاعمش عن ابراهيم عن علقمه عن عبدالله بن " مسعود "

(الحديث الصحيح و منهج علماء المسلمين فی التصحيح ، ص 73)

غیر مقلد اقبال احمد اسحاق بسکوہری (27

مدلسین کی مخصوص حالتوں کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔

اگر کوئی مدلس راوی ایسے استاذ سے معنعن روایت کرتا ہے جس سے اس نے بکثرت " روایت کی ہے تو وہ عنعنہ)مدلس ہونے کی باوجود بھی (قابل قبول ہوتا ہے جیسے امام اعمش کی روایت ابو وائل شقیق بن سلمۃ ، ابراہیم نخعی ، ابو صالح ذکوان وغیرہ سے ۔

(جرح و تعدیل ، ص 154)

اسی طرح کی بات انہوں نے اپنی ایک اور کتاب میں لکھی ہے ۔

(رسالہ اصول حدیث ، ص 43)

وہابی عرب محقق سامی بن مساعد بن مسیعید الجھنی (28

امام اعمش کی عنعنہ کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ ان کا عنعنہ مضر نہیں کیوں کہ انہوں نے اپنے خاص شیخ ابو وائل سے روایت کی ہے اور ان سے ان کا عنعنہ سماع و اتصال پر محمول ہوتا ہے ۔

.وھذا اسناد صحیح ، رجالہ کلھم ثقات رجال الشیخین ، تعدموا "

واما العنعنة الاعمش ھنا فلا تضر ؛ لانہ من روایة عن ابی وائل ، وھی محمولة علی " الاتصال کما سبق بیانہ

(تخریج الاحادیث والآثار فی کتاب التسھیل ، ص 316)

غیر مقلد عبیداللہ بن محمد عبدالسلام مبارکپور (29

جناب امام اعمش کے ابو صالح السمان سے عنعنہ کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔

الثانی ان الاعمش مدلس وقد رواہ عن ابی صالح بالعنعنة - والجواب عنہ ان عنعنة "
... الاعمش عن ابی صالح محمولة علی الاتصال

ترجمہ :- ثانیاً یہ کہ امام اعمش مدلس ہے اور ابو صالح سے ان کی روایت عن سے ہے ۔
اور اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعمش کا عنعنہ ابو صالح السمان سے سماع و اتصال پر محمول ہوتا ہے ۔۔

(مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ، جلد 3، ص 193)

مشہور سلفی عالم محمد اسحاق الحوینی (30

رجال کے تعلق سے ان کے کلام کو ایک عرب محقق نے جمع کیا ہے کتاب نثل النبال میں ۔ یہ اس میں ایک باب قائم کرتے ہیں ۔

" روایتہ عن شیوخ اختص بھم فتحمل عنعنة عنھم علی السماع والاتصال"

یعنی ایسے مدلس راویوں کے شیوخ کا تذکرہ جن کے خاص شیوخ سے ان کا عنعنہ سماع و اتصال پر محمول ہوتا ہے ۔

آگے امام اعمش کے شیوخ میں لکھتے ہیں ۔

عنعنة الاعمش عن ابراهيم النخعى مشاها الذهبى فى الميزان ".

عنعنة الاعمش عن ابى صالح مشاها الذهبى فى الميزان والله اعلم.

(نثل النبال بمعجم الرجال الذين ترجم لهم فضيلة الشيخ المحدث ابو اسحاق الحوينى

، ص 1913/1914)

31) عرب محقق عواد الخلف

باب قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

" ما رواه الاعمش عن شيوخه المكثرين ، نحو:

ابراهيم النخعى ، ابى وائل شقيق بن سلمة ، ابى صالح السمان .

فروايته عن مثل هولاء الشيوخ و ان عنعن ، محمولة على السماع عند اهل العلم لانه

مكثر عنهم "

یعنی اہل علم وں کے نزدیک امام اعمش کی ابو صالح السمان ، ابو وائل ، اور ابراہیم نخعی سے روایت سماع اور اتصال پر محمول ہوتی ہے ۔

(روايات المدلسين ، ص 339-340)

32) الدكتور محمد سعيد بن عمر ادريس (محقق كتاب الارشاد للخليلى

مالک الدار کی اسی روایت کے تہت لکھتے ہیں ۔

" فيه الاعمش وهو مدلس ، وقد عنعنة لكن روايته عن ابى صالح السمان ، وهو كبار شيوخه الذين اكثر عنهم ، فهى محمولة على الاتصال ولا توثر العنعنة كما صرح بذلك الذهبى فى الميزان .

اس میں اعمش ہے اور وہ مدلس ہے ، اور عن سے روایت کررہے ہیں ۔ لیکن اس روایت میں وہ عن ابی صالح سے ہے ، سو کہ ان کے کبار شیوخ میں سے ہیں جن سے کثرت سے روایت کرتے ہیں ۔ پس یہ اتصال پر محمول ہے اور ان کا عنعنہ یہاں بے اثر ہے ، جیسا کہ امام ذہبی نے المیزان میں تصریح کی ہے ۔

(حاشيه كتاب الارشاد ، ص 314)

عرب محقق ربیع بن هادی)استاذ فی السنة و علومها بالجامعة الإسلامیة33
(بالمدینة النبویة سابقا
لکھتے ہیں.

اس کی سند صحیح ہے اور اس میں اعمش ہے اور اس روایت میں عن سے بیان کرتے " ہے ابی صالح السمان سے جو کہ ان کے کبار شیوخ میں سے ہیں اور جب وہ کبار شیوخ سے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت اتصال پر محمول ہوتی ہے ۔

(حاشیة قاعدہ جلیلة التوسل والوسیلة ، فقرہ - 181)

عرب محقق ابن مقصد العبدلی)وہابی(34

انہوں نے امام اعمش کے عنعنہ کا ان کے خاص شیوخ سے مقبول ہونے میں امام ذہبی کی تائید کی ہے

(حسم الاختلافات الفقیهة ، ص 267)

سلفی عرب محقق شیخ حماد بن محمد الانصاری)استاذ مشارك بقسم (35
(الدراسات العلیا فی الجامعة الإسلامیة بالمدینة النبویة

انہوں نے بھی امام ذہبی کی تائید کی ہے امام اعمش کےعنعنہ کا ان کے خاص شیوخ سے محمول علی الاتصال ہونے پر ۔

(اتحاف روی الرسوخ بمن رمی بالتدلیس من الشیوخ ، رقم 54)

سید عبدالماجد الغوری (36

انہوں نے امام اعمش کو دوسرے طبقه کے مدلسین میں شمار کیا ہے۔

(التدلیس والمدلسون ، ص 105)

الدکتور الفهمی احمد عبدالرحمن الفزاز (37

انہوں نے بھی امام اعمش کو دوسرے طبقه کے مدلسین میں شمار کیا ہے ۔

(کتاب المدلسین و مروياتهم فی صحیح البخاری, الجزء الاول ، ص 87)

یعنی یہ دونوں حضرات امام اعمش کے عنعنہ کو مطلقاً قبول کرتے ہیں ۔

غیر مقلد ارشاد الحق اثری (38

اعمش عن ابراہیم کی روایت جو ان کے کام کی ہے اس کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔
امام طبرانی نے یہی اثر المعجم الکبیر میں عبدالرزاق عن الثوری عن الاعمش کے سند " سے ذکر کیا ہے اور وکیع کی روایت ابن ابی شیبه میں موجود ہے ۔ البته اعمش مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے لیکن حافظ ذہبی فرماتے ہیں ''جب وه عن کہے تو ان میں ، تدلیس کا احتمال ہے مگر ان شیوخ میں جن سے بکثرت روایت کرتے ہیں مثلاً ابراہیم '' ابو وائل ، ابو صالح السمان تو ان سے اس کی روایت اتصال پر محمول ہے
" اور چونکه یه روایت بھی ابراہیم سے ہے اس لئے اس میں تدلیس کا احتمال نہیں ہے
(توضیح الکلام ، ص 446/447)

غیر مقلد محمد رئیس ندوی (39

انہوں نے اعمش عن ابراہیم کی روایت کے حجت پکڑی ہے ۔
(مجموعه مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ، ص 367)

غیر مقلدین کے بڑے عالم محب اللہ شاہ راشدی (40

محب اللہ راشدی صاحب نے ایک بڑا طویل مضمون لکھا ہے امام سفیان الثوری اور امام اعمش کے خاص شیوخ سے ان کا عنعنه محمول علی الاتصال ہونے پر ۔
مضمون مکمل کرنے کے بعد انہوں نے امام اعمش کی خاص شیوخ سے عن والی روایت پر جو ضلاصه کلام لکھا ہے اسے نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ لکھتے ہیں.
خلاصه کلام: صحیح بات یه ہے که اعمش ، ابو صالح ، ابو وائل ، ابراہیم نخعی اور " ان جیسے دوسرے کبار شیوخ سے تدلیس نہیں کرتا ہے ۔ جب اس روایت میں تدلیس نہیں بلکه متصل ہے تو حدیث صحیح ہوئی ۔ واللہ اعلم ۔
(مقالات راشدیه ، حلد اول ، ص 339)

مزید خاص بات یه ہے که ان کا یه مقاله خود ان کے غیر مقلد عالم زبیر علی زئی کے رد میں ہی تھا ۔ اور جس روایت پر ان کی بحث تھی وه بھی اعمش عن ابی صالح ہی تھی ۔ یعنی جو سند ہماری پر پیش کرده توسل کی روایت پر ہے بالکل وہی ۔ الحمدللہ

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی ناصبی (41

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں محب اللہ راشدی صاحب کے مقالہ کی تائید کی ہے تدلیس کے موضوع پر اور ان کا مقالہ پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے ۔

(انوار البدر - ص 89 ، اشاعت 2014)

غیر مقلد افتخار احمد الازہری (42

انہوں نے بھی محب اللہ راشدی صاحب کے مقالہ کی تائید کی ہے ۔

(مقالات راشدیہ جلد اول، ص 304)

:- غیر مقلد محدث شمش الحق عظیم آبادی (43

انہوں نے اعمش عن ابی صالح کی روایت سے حجت پکڑی ہے ۔ اور مزید شوکانی کا اعمش کے عنعنہ پر اعتراض کرنے پر رد بھی کرتے ہیں ۔

.و قال الشوکانی "

وقد رواه الاعمش بصيغة العنعنة وهو مدلس. قلت و هذا غير قادح لانه كان صاحب كتاب و قد احتج به الائمة الستة ووثقة احمد بن حنبل و ابوزرعة و ابوداؤد و ابن القطان و ابن سعد و ابو حاتم والنسائی والعجلی و ابن حبان و دارقطنی.

... شوکانی نے کہا .

اور یہ روایت کیا ہے اعمش نے عن کے صیغہ سے اور وہ مدلس ہے ۔ میں کہتا ہوں یہ)یعنی اعمش کا عن سے روایت کرنا (نقصاندہ نہیں ہیں اس لئے کہ وہ صاحب کتاب ہے اور ائمہ ستہ نے ان کے عنعنہ سے احتجاج کیا ہے اور ان کی توثیق کی احمد بن حنبل نے ، ابو زرعہ نے ، ابوداؤد نے ، ابن القطان نے ، ابن سعد نے ، ابو حاتم نے ، نسائی نے ، عجلی نے ، ابن حبان نے اور دارقطنی نے ۔

(اعلام اهل العصر باحکام رکعتی الفجر ، ص 16)

غیر مقلد محدث عبدالرحمن مبارکپوری (44

یہ بھی اعمش عن ابی صالح کا دفاع کرتے ہوئے ان کے عنعنہ پر اعتراض کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

" كيف يكون اسناده الى الاعمش على شرط الشيخين و فيه الاعمش وهو مدلس وقد رواه عن ابى صالح بالعنعنة. قلت نعم هو مدلس لكن عنعنة عن ابى صالح محمولة على الاتصال ....

کیسے ہو سکتا ہے اعمش تک اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہو جب کہ اس میں اعمش ہے اور وہ مدلس ہے اور اس نے ابو صالح سے عن سے روایت بیان کی ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ ہاں اعمش مدلس ہے لیکن ابو صالح السمان سے ان کا عنعنہ سماع و اتصال پر محمول ہوتا ہے ۔ "

(تحفة الاحوذی ، جلد 2, ص 476/477 ، باب 307 ,رقم 418)

لہذا ان حوالوں سے یہ ثابت ہوا کہ امام اعمش کا عنعنہ مطلقا مردود نہیں ہے بلکہ ان کے خاص شیوخ سے ان کا عنعنہ سماع و اتصال پر محمول ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ غیر مقلدین علماء بھی اس کے قائل ہے ۔ بالخصوص اس وقت جب اس روایت سے انہیں یا ان کی جماعت کو فائدہ پہنچتا ہو ۔

بعض حضرات امام اعمش کی سیکڑوں احادیث کے مقابلے میں کچھ دوچار روایات پر اعتراض دکھا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس کا بھی جواب ہم خود نہ دیتے ہوئے غیر مقلدین کے محدث سے دلواتے ہیں ۔

غیر مقلد محدث محب اللہ راشدی صاحب اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

" تنبیہ: دنیا کا کوئی ایسا کلیہ نہیں جس سے کچھ نہ کچھ مستثنیات نہ ہوں یا ان میں سے کوئی شاذ و نادر فرد خارج نہ ہو لیکن پوری دنیا اکثریت پر ہی اعتماد کرتی ہے ۔ اگر اکثر افراد اس کلیہ سے خارج نہیں ہوتے تو وہ کلیہ مسلمہ ہوجاتا ہے ۔

امام اعمش کے متعلق اب تک جو تحریر کیا گیا اس کا بھی یہ حال ہے ۔ کیونکہ دو تین مواضع ایسے ہیں جہاں ائمہ فن نے تصریح فرمائی ہے کہ یہاں اعمش نے ابو صالح یا ابو وائل سے تدلیس کی ہے ہو۔ اور قرائن بھی بس کے مؤید ہیں تو ان مواضع کو مستثنیات میں سے قرار دیا جائیگا اور وہاں عدم سماع و انقطاع تسلیم کیا جائے گا ۔ بصورت دیگر جہاں ائمہ فن میں سے نہ کسی نے تصریح فرمائی ہو کہ یہاں اعمش نے ابو صالح ، ابو وائل اور یا ابراہیم وغیرہ سے تدلیس کی ہے اور نہ وہاں کچھ ایسے قرائن ہی موجود ہو

جن سے تدلیس کا شبہ پڑتا ہو تو وہاں یہ کلیہ صحیح ہوگا اور وہاں اعمش کی معنعن روایات بھی سماع پر محمول ہوگی ۔ واللہ اعلم ۔
(مقالات راشدیہ ، جلد اول ، ص 339)
لہذا دو چار مقامات پر تدلیس کے اعتراض سے ان کی سیکڑوں روایات مردود نہیں سمجھی جائیگی ۔ بلکہ اسے محمول علی الاتصال سمجھا جائیگا ۔ اور وہ دو چار مقامات جہاں اعتراض ہوا ہیں وہ اس کلیہ کی اتثنائی صورتوں میں شامل ہوگی ۔
- :غیر مقلد زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات
غیر مقلد زبیر علی زئی نے امام اعمش کی ان کے خاص شیوخ سے عنعنہ کے رد میں ایک مقالہ لکھا ہے ۔ ان شاءاللہ عزوجل اس مقالہ کا جواب ہم ان کے ہی گھر کے شخص سے دینگے ۔
لاہور کے ایک غیر مقلد رضا حسان نے غیر مقلدین کی ایک ویب سائٹ محدث فورم پر اس کا رد کیا ہے ۔ ان شاءاللہ عزوجل ہم زبیر علی زئی کے اعتراضات اور غیر مقلد رضا حسان کے جوابات یہاں نقل کرتے ہے ۔
غیر مقلد زبیر علی زئی کی پہلا حوالہ و مثال اور غیر مقلد رضا حسان سے اس کا جواب
زبیر علی زئی :- امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ نے ایک روایت کے بارے میں" فرمایا" :حديث الأعمش عن أبي صالح :الإمام ضامن، لا أراه سمعه من أبي صالح "اعمش کی ابو صالح سے الامام ضامن والی حدیث، میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے اسے ابو صالح سے سنا ہے۔)تقدمہ الجرح والتعدیل ص 82 وسندہ صحیح (--- معلوم ہوا کہ امام "سفیان ثوری حافظ ذہبی کا مذکورہ قاعدہ نہیں مانتے تھے۔
رضا حسان کا جواب :- حالانکہ امام ثوری کا اعمش کی ابو صالح سے کسی خاص روایت پر کلام کرنے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ یہ روایت اعمش نے ابو صالح سے اس لئے نہیں سنی کیونکہ انہوں نے لازما تدلیس کی ہے بلکہ تدلیس کے علاوہ اعمش کی غلطی یا وہم بھی اس انقطاع کی وجہ ہو سکتی ہے اور تو اور قرائن بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔
چنانچہ بعض روایات میں اعمش نے خود اس روایت کو نقل کرنے میں تردد اور شک کا اظہار کیا ہے، چنانچہ امام احمد اپنی مسند میں نقل کرتے ہیں" :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

،نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ :حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ سَمِعْتُهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قال :قال رسولُ صلي الله عليه وسلم " :الْإِمَامُ ضَامِنٌ "عبد الله بن نمير نے ہمیں اعمش سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں ابو صالح کے زریعے حدیث بیان کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث خود ان سے سنی ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول الله ﷺ نے فرمایا :الامام ضامن---

اولا: اس حدیث میں امام اعمش خود اسے ابو صالح سے روایت کرنے میں شک میں مبتلا ہیں تو ان کے شک ووہم کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تدلیس ہے جو قصدا کی جاتی ہے؟

ثانیا: اگر امام ثوری کے محض "مجھے لگتا ہے "کو یقین پر محمول کیا جا سکتا ہے، تو امام اعمش کے اسی "مجھے لگتا ہے "کو کیوں یقین پر محمول کر کے یہ نہیں کہا جاتا کہ اعمش نے یہ روایت ابو صالح سے سنی ہے؟

ثالثا: اس حدیث میں دوسرے مقامات پر امام اعمش نے سماع کی تصریح بھی کردی ہے لہٰذا تدلیس ہو یا وہم سب شبہات اس سے دور ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ امام طحاوی اس حدیث کی روایت میں فرماتے ہیں" :حدثنا أبو أمية قال :حدثنا سريج بن النعمان الجوهري قال :حدثنا هشيم, عن الأعمش قال :حدثنا أبو صالح, عن أبي هريرة ,عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله) "شرح مشکل الآثار للطحاوی :5/432، واسنادہ حسن(۔ اس میں امام اعمش نے بالیقین سماع کی تصریح کر دی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اس کی سند میں ہشیم مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں لہٰذا اس میں تدلیس کا "احتمال "ہے، تو عرض ہے کہ امام ہشیم اس میں منفرد نہیں ہیں۔

ابراہیم بن احمد الرؤاسی نے بھی اعمش سے اپنی روایت میں سماع کی تصریح نقل کی ہے، چنانچہ امام دارقطنی فرماتے ہیں" :وقال إبراهيم بن حميد الرؤاسي :عن الأعمش، عن رجل، عن أبي صالح، عن أبي هريرة .قال الأعمش :وقد سمعته من أبي صالح "ابراہیم بن احمد الرؤاسی)ثقہ (عن اعمش عن رجل عن ابو صالح عن ابو ہریرہ کے طریق سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں، اور اعمش نے کہا :کہ میں نے یہ حدیث ابو صالح سے سنی ہے۔

علل الدارقطنی :10/195

اس کے علاوہ اس حدیث کو امام اعمش سے "حفص بن غیاث "نے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں" :حديث أبي هريرة رواه سفيان الثوري، وحفص بن غياث، وغير واحد، عن الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم "ابو ہریرہ کی حدیث کو سفیان الثوری، حفص بن غیاث اور دوسروں نے اعمش :عن ابو صالح عن ابو ہریرہ عن النبی ﷺ کے طریق سے روایت کیا ہے۔)سنن الترمذی 1/402) -

نیز حفص کی روایت کے لئے دیکھیں شرح مشکل الآثار)5/432، واسناده صحیح (۔

اور اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حفص کی اعمش سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں اعمش پر تدلیس کا الزام رفع ہوا، والحمد للہ۔ اور اگر یہ روایت واقعی میں منقطع ہوتی تو بھی انقطاع کی وجہ تدلیس نہیں بلکہ اعمش کا وہم وشک ہو گا جیسا کہ انہوں نے خود اقرار کیا ہے۔

،اس مثال کے بعد شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے دوسری، تیسری، پانچویں، چھٹی ،بارہویں، اور تیرہویں مثالوں کے تحت امام حاکم،امام بیہقی، ابن القطان الفاسی طحاوی، ابن الجوزی، اور ابن المدینی کے حوالے پیش کیے ہیں لیکن ان سب نے اسی الامام ضامن والی حدیث پر ہی کلام کیا ہے جس کا جواب اوپر دے دیا گیا ہے۔

- :زبیر علی زئی کی ایک اور مثال اور اس کا جواب

زبیر علی زئی:- "اعمش کی عن ابو صالح والی ایک روایت کے بارے میں ابو الفضل محمد :بن ابی الحسین احمد بن محمد بن عمار الهروی الشهید)متوفی 317 ھ (نے فرمایا والأعمش كان صاحب تدليس فربما أخذ عن غير الثقات "اور اعمش تدلیس کرنے والے" تھے، وہ بعض اوقات غیرثقہ سے روایت لیتے)یعنی تدلیس کرتے (تھے۔)علل الاحادیث فی "(كتاب الصحيح لمسلم بن الحجاج ج 1 ص 138 ح 35

رضا حسان کا جواب

حالانکہ اس حدیث میں بھی اصلا امام اعمش نے تدلیس کی ہی نہیں۔ بلکہ جس حدیث کے تحت مؤلف نے یہ بات کہی ہے وہ صحیح مسلم کی ہی حدیث ہے اور ابو الفضل ابن عمار نے اس سے پہلے خود کہا ہے کہ" :وهو حديث رواه الخلق عن الأعمش عن أبي صالح فلم يذكر الخبر في إسناده غير أبي أسامة فإنه قال فيه عن الأعمش قال

حدثنا أبو صالح "اس حدیث کو ایک جماعت نے اعمش سے نقل کیا ہے لیکن انہوں نے اس سند میں خبر)یعنی سماع (ذکر نہیں کیا ہے سوائے ابو اسامہ)ثقہ ثبت (کے کیونکہ انہوں نے اعمش سے اپنی روایت میں کہا ہے :عن اعمش قال حدثنا ابو صالح۔
)علل الاحادیث فی صحیح مسلم :1/136 (۔
چنانچہ مصنف نے خود کہا ہے کہ اس روایت میں اعمش نے ابو صالح سے سماع کی " تصریح کر دی ہے تو پھر اس میں تدلیس کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔
اگلی مثال اور اس کا جواب
:زبیر علی زئی :- "دارقطنی نے الاعمش عن ابی صالح والی ایک روایت کے بارے میں کہا ولعل الأعمش دلسه عن حبيب وأظهر اسمه مرة، والله أعلم "اور شاید اعمش نے" حبیب)بن ابی ثابت (سے تدلیس کی اور ایک دفعہ اس کا نام ظاہر کر دیا۔ واللہ اعلم العلل الواردة)
"(ج 10 ص 95 ح 1888
رضا حسان کا جواب
اس روایت میں امام دارقطنی کو خود بھی پورا یقین نہیں ہے کہ اعمش نے واقعتا تدلیس کی ہے یا نہیں۔ اس لئے "شاید "ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہاں تدلیس کی ہو اور اس صورت میں یہ روایت ان مستثنیات میں شمار ہو گی جن کا ذکر شیخ محب اللہ راشدی نے کیا ہے۔ لیکن یہاں ایک اور "شاید "کی گنجائش بھی ہے اور وہ یہ کہ شاید اعمش نے یہاں تدلیس نہ کی ہو بلکہ ان سے روایت کرنے والے کی طرف سے غلطی ہو۔ لہٰذا یہاں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اعمش نے تدلیس کی ہے۔ اور اگر تدلیس کی ہے تو اس خاص روایت کو اعمش کی ان مستثنیات میں شمار کیا جائے گا جن میں انہوں نے ابو صالح سے تدلیس کی ہے اور یہ نہیں کہ ان کی ابو صالح سے تمام معنعن " روایات ضعیف ہو جاتی ہیں۔
نویں مثال اور اس کا جواب
زبیر علی زئی :- "امام ابن خزیمہ نے اعمش عن ابی صالح والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا :اسے اعمش نے ابو صالح سے سنا ہے اور اس میں تدلیس نہیں کی اور ابو سعید

)الخدری رضی اللہ عنہ (کی حدیث اس سند کے ساتھ صحیح ہے، اس میں کوئی شک
"نہیں ہے۔)دیکھئے کتاب التوحید ص 109 ح 160(

رضا حسان کا جواب :- یہاں پر کوئی کلام کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ امام ابن خزیمہ اور شیخ زبیر خود اقرار کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں اعمش نے تدلیس نہیں کی ہے۔ لیکن شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اس مثال سے وجہ استدلال یہ ہے کہ امام ابن خزیمہ نے اعمش کی روایت کے ابو صالح سے ہونے کے باوجود اس میں ان کی تدلیس پر تحقیق کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعمش کی ابو صالح سے تمام معنعن روایات کو سماع پر محمول نہیں سمجھتے تھے۔

البتہ اس کا جواب شیخ محب اللہ راشدی پہلے ہی اوپر دے چکے ہیں ان کے الفاظ کو :میں دوبارہ یہاں نقل کرتا ہوں جو انہوں نے امام نووی کے قول کے جواب میں کہے تھے

لیکن میرے محترم یہ کوئی کلیہ تو نہیں کہ متقدم جو بھی کہے وہ صحیح ہوتا ہے " اور جو ان سے متاخر کہے وہ صحیح نہیں ہوتا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے ابو صالح سے اعمش کی روایت کے بارے میں یہ فرمایا کہ بغیر سماع کی تصریح کے ان کی روایت حجت نہیں تو یہ انہوں نے محض اس لئے کہا کہ اعمش معروف بالتدلیس ہے اس کی انہوں نے کوئی ٹھوس دلیل نہیں دی۔ اس کے برعکس حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی بات دلائل پر مبنی ہے جو آئندہ ان شاء اللہ ذکر کیے جا رہے ہیں۔ لہٰذا جب حافظ ذہبی رحمہ اللہ کو علم ہو گیا کہ اعمش کی ان ان شیوخ سے تدلیس نہیں کرتا تھا تو وہ امام "نووی رحمہ اللہ پر حجت نہیں۔

اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ ودیگر تمام لوگ جن کی مثالیں شیخ زبیر رحمہ اللہ نے اس مضمون میں بیان کی ہیں، انہوں نے ابو صالح سے اعمش کے سماع کی تحقیق کی ہے تو یہ انہوں نے محض اس لئے کیا کہ اعمش معروف بالتدلیس ہے اس کی انہوں نے کوئی ٹھوس دلیل نہیں دی۔ اس کے برعکس حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی بات دلائل پر مبنی ہے۔ لہٰذا جب حافظ ذہبی رحمہ اللہ کو علم ہو گیا کہ اعمش ان ان شیوخ سے تدلیس نہیں کرتا تھا تو وہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ یا دیگر کسی پر حجت نہیں۔

((من عرف حجة علي من لم يعرف – یعنی جو جانتا ہے وہ نہ جاننے والے پر حجت ہے))
"
اس کے بعد انہوں نے اعمش عن ابراہیم کی مثال پیش کی اس کا جواب بھی مع ~ اعتراض یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔
زبیر علی زئی :- اعمش نے ابراہیم نخعی سے ایک روایت عن کے ساتھ بیان کی جس کے بارے میں امام عبد الرحمن بن مہدی نے فرمایا: 'هذا من ضعيف حديث الأعمش 'یہ اعمش کی ضعیف حدیثوں میں سے ہے۔)کتاب العلل للامام احمد :2/413 ت 2845 "(وسنده صحيح
رضا حسان کا جواب :- اللہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر رحم کرے، یہ مثال بہت عجیب ہے نہ تو اس میں کہیں دور دور تک یہ اشارہ ہے کہ اعمش نے اس میں تدلیس کی ہے اور نہ ابن مہدی کے قول میں کہیں کوئی اشارہ ہے کہ یہ حدیث اعمش کے عنعنہ !یا تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے
اس بات کا ثبوت کہاں ہے کہ ضعف کے بے شمار اسباب میں سے یہاں تدلیس ہی مراد ہے؟ یا پھر ایسا ہے کہ ضعیف حدیث کا صرف ایک ہی سبب ہو سکتا ہے اور وہ ہے تدلیس، دوسرا کوئی نہیں !؟؟
مزید یہ کہ اگر اس روایت میں وجہِ ضعف تدلیس ہوتی تو امام ابن مہدی یا تو اسے منقطع کہتے یا یہ کہتے کہ یہ روایت اعمش نے ابراہیم سے نہیں سنی جیسا کہ محدثین کا طریقہ ہے اور یہ کہ ضعف اس مجھول شخص سے آیا ہے جس کو سند سے گرایا گیا ہے۔ لیکن یہاں امام ابن مہدی نے ضعف کو امام اعمش کی طرف منسوب کیا ہے، گویا یہ حدیث ان کی نکارت، حافظہ، یا ان کے اپنے کسی دوسرے نقص کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اگر وجہِ ضعف تدلیس ہوتی تو ضعف کو امام اعمش کی طرف منسوب نہ کیا جاتا بلکہ اس مجھول شخص کی طرف منسوب کیا جاتا جس سے اعمش نے یہ روایت لی ہے۔
" لہٰذا بغیر کسی دلیل یہاں وجہِ ضعف تدلیس بتانا بالکل غلط ہے۔

اعمش عن ابراہیم پر دوسرا اعتراض اور اس کا جواب ~

زبیر علی زئی :- "اعمش عن ابراہیم النخعی والی ایک روایت کے بارے میں سفیان)ثوری(نے فرمایا :اعمش نے)نماز میں (ہنسنے کے بارے میں ابراہیم والی حدیث نہیں سنی۔
کتاب العلل للامام احمد 2/67 ت 1569، وسندہ صحیح، تقدمہ الجرح والتعدیل ص)
"(وسندہ صحیح 72

رضا حسان کا جواب :- عرض ہے کہ یقینا یہ روایت اعمش اور ابراہیم کے درمیان منقطع ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس انقطاع کی وجہ لازما تدلیس ہی ہے؟؟ تو جواب ہے ہرگز نہیں بلکہ اس روایت میں انقطاع کی وجہ امام اعمش کی اپنی غلطی اور حافظے میں چوک ہے۔ اس روایت کو ابراہیم سے روایت کرنے میں امام اعمش کو غلطی لگی ہے اور اس بات کا اقرار خود انہوں نے کیا ہے اور حیرانگی کی بات ہے کہ اس بات کی وضاحت امام احمد نے امام سفیان کے اسی مذکورہ قول کے ساتھ ہی کر دی تھی جس کا ذکر شیخ زبیر نے اوپر کیا ہے لیکن انہوں نے شاید اسے نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں:

قال وکیع قال الأعمش أری إبراهیم ذکره "وکیع کہتے ہیں کہ اعمش نے)اس حدیث کی" روایت کے وقت (کہا مجھے لگتا ہے کہ اس حدیث کو ابراہیم نے ذکر کیا تھا۔)کتاب (العلل

یعنی امام اعمش کو شک ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ابراہیم سے لی ہے یا کسی اور سے۔ لہٰذاامام اعمش کے شک کو تدلیس بتانا بہت بڑی غلطی ہے۔ وہم اور شک تو ہر کوئی کرتا ہے تو کیا ہر وہم کرنے والا مدلس ٹھہرے گا؟؟

اور تو اور امام احمد نے ایک دوسری جگہ اس بات کی مزید وضاحت فرمائی ہے کہ یہ روایت امام اعمش کے شک کی وجہ سے منقطع ہے نہ کہ تدلیس کی وجہ سے، چنانچہ امام ابو داؤد السجستانی فرماتے ہیں:

سمعت أحمد، یقول في حدیث الأعمش، عن إبراهیم "أن رجلا ضحك خلف النبي" صلی الله علیه وسلم في الصلاة، فأمره النبي صلی الله علیه وسلم أن یعید الوضوء والصلاة ,قال أحمد :یقول الأعمش :أری إبراهیم، قال :یعلم أنه لیس من حدیث إبراهیم المشهور، یعني بقوله :لما قال وأبهم، یعني :بقوله أری "میں نے احمد کو اعمش کی

ابراہیم سے حدیث کے متعلق کہتے سنا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پیچھے نماز کے دوران ہنس پڑا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے وضوء اور نماز دونوں کو دہرانے کا حکم دیا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ اعمش نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ میرا خیال ہے ابراہیم نے اسے روایت کیا ہے۔ نیز احمد نے کہا :اعمش کو اس بات کا علم تھا کہ یہ حدیث ابراہیم کی مشہور حدیث میں سے نہیں ہے یعنی اعمش کے وہم کرنے کی وجہ سے یعنی ان کے 'میرا خیال ہے 'کہنے کی وجہ سے۔)مسائل الامام احمد روایۃ ابی داود السجستانی:1/414-415) -

" لہٰذا اس حدیث میں وجہِ انقطاع وہم ہے نہ کہ تدلیس۔

اعمش عن ابی وائل کی سند پر اعتراض اور اس کا جواب

زبیر علی زئی :- "اعمش عن ابو وائل والی ایک روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا :نہ اسے ہشیم نے اعمش سے سنا ہے اور نہ اعمش نے اسے ابو وائل سے سنا ہے۔ کتاب العلل :2/252 ت 2155

رضا حسان کا جواب

امام اعمش نے اس حدیث میں بھی اصلا کوئی تدلیس نہیں کی ہے۔ امام احمد کے یہ کہنے کہ اعمش نے اسے ابو وائل سے نہیں سنا "کی وجہ انہوں نے ایک دوسری روایت میں بیان کر دی ہے۔" چنانچہ مہنا فرماتے ہیں کہ میں نے احمد سے پوچھا کہ پھر یہ حدیث اعمش نے کس سے سنی ہے؟ تو امام احمد نے جواب دیا:

کان الأعمش یرویه عن الحسن بن عمرو الفقیمي عن أبي وائل فخرج الحسن بن عمرو وجعله عن" أبي وائل ولم یسمع منه "اعمش نے اس حدیث کو الحسن بن عمرو الفقیمی عن ابو وائل کے طریق سے روایت کیا ہے لیکن انہوں نے الحسن بن عمرو کو نکال دیا اور ابو وائل سے براہ راست روایت کر دی، اور یہ انہوں نے ان سے نہیں سنی۔)جامع التحصیل :1/189 (۔

الغرض امام احمد کے مطابق یہ حدیث اعمش نے ابو وائل سے اس لئے نہیں سنی کیونکہ ایک دوسرے طریق میں اعمش اور ابو وائل کے درمیان الحسن بن عمرو کا واسطہ موجود ہے۔ حالانکہ اس واسطہ کے ساتھ یہ سند ضعیف ہے لہٰذا اس ضعیف سند کی بناء پر اس کو منقطع کہنا ٹھیک نہیں ہے۔

چنانچه الحسن بن عمرو الفقیمی کی اس روایت کو امام ابن عدی نے الکامل میں اس طرح روایت کیا ہے:

"حدثنا ابن صاعد، حدثنا عبد الجبار بن العلاء، حدثنا عمرو بن عبد الغفار الفقيمي الكوفي لقيته بمكة،]عن الأعمش[ )1(حدثنا الحسن بن عمرو عن شقيق بن سلمة، عن عبدا لله قال لقد رأيتني ما أكف شعرا، ولا ثوبا، ولا نتوضأ من موطىء) ".الكامل لابن عدی :6/253 (۔

اس سند میں دیکھا جا سکتا ہے کہ امام اعمش سے اس روایت کو واسطہ کے ساتھ روایت کرنے والا عمرو بن عبد الغافر الفقیمی ہے اور یہ ضعیف ہے اور امام ابن عدی نے بھی اس کی اعمش سے تمام روایات کو غیر محفوظ کہا ہے، چنانچہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ابن عدی فرماتے ہیں "وهذه الأحاديث، عن الأعمش غير محفوظة "اور یہ تمام روایتیں اعمش سے غیر محفوظ ہیں۔

لہٰذا کسی غیر محفوظ روایت میں وارد واسطے کی بنا پر بغیر واسطے والی روایت کو " منقطع نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے یہاں امام اعمش پر تدلیس کا الزام غلط ہے۔

اس کے بعد زبیر علی زئی کے آخری اعتراض کا جواب نقل کیا جاتا ہے ۔

زبیر علی زئی:- "اعمش عن ابی وائل والی ایک روایت کے بارے میں ابو زرعہ الرازی نے فرمایا" :الأعمش ربما دلس "اعمش بعض اوقات تدلیس کرتے تھے۔)علل الحدیث لابن "(ابی حاتم :1/14 ح 9

رضا حسان کا جواب

حالانکہ جس روایت کے تحت امام ابو زرعہ نے یہ کہا ہے وہ بخاری و مسلم کی متفقہ روایت ہے اور اس روایت میں امام اعمش نے ابو وائل سے ایک سے زائد مقامات پر سماع کی تصریح کر دی ہے مثلا دیکھئے مسند احمد)ح 23241، 23414(اس کے علاوہ امام ،ابو زرعہ خود فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ان سے روایت کرنے والوں میں امام شعبہ اورامام یحیی بن سعید القطان بھی شامل ہیں اور ان دونوں کی روایات اپنے شیوخ سے سماع پر محمول ہوتی ہیں، الغرض اس روایت کا شعبہ اور القطان سے ہونے کے باوجود بھی اگر امام ابو زرعہ نے اس میں اعمش کی تدلیس کا ذکر کیا ہے تو کیا ہمیں یہ بھی مان لینا چاہیے کہ شعبہ اور قطان کی روایات اعمش سے سماع پر محمول نہیں ہوتیں!؟

حالانکه اس بات کے خود شیخ زبیر بھی قائل نہیں تھے۔ لہٰذا یہ سولھویں اور آخری مثال بھی صحیح نہیں ہے۔
شیخ زبیر نے امام اعمش کی ان تین شیوخ سے تدلیس ثابت کرنے کے لئے 16 مثالیں پیش کی ہیں اور حیرانگی کی بات ہے کہ ان سولہ کی سولہ مثالوں میں امام اعمش سے تدلیس کا ثبوت نہیں ملتا !لہٰذا امام ذہبی کی بات بالکل صحیح ثابت ہوتی ہے اور اس کے خلاف اب تک ایک بھی مثال ایسی نہیں ملی جس میں واقعتا امام اعمش نے ان شیوخ سے تدلیس کی ہو !اور اگر ایک دو مثالیں مل بھی جائیں تو ان سے اس اصول پر کوئی " فرق نہیں پڑے گا اور وہ مثالیں محض اس کلیہ سے مستثنیٰ ہوں گی۔
محدث | Page 2 | امام سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ کے حالات اور تدلیس [Mohaddis Forum] فورم
http://forum.mohaddis.com/threads/%D8%A7%D9%85%D8%A7%D9%85-%D8%B3%D9%84%DB%8C%D9%85%D8%A7%D9%86-%D8%A8%D9%86-%D9%85%DB%81%D8%B1%D8%A7%D9%86-%D8%A7%D9%84%D8%A7%D8%B9%D9%85%D8%B4-%D8%B1%D8%AD%D9%85%DB%81-%D8%A7%D9%84%D9%84%DB%81-%DA%A9%DB%92-%D8%AD%D8%A7%D9%84%D8%A7%D8%AA-%D8%A7%D9%88%D8%B1-%D8%AA%D8%AF%D9%84%DB%8C%D8%B3.24850/page-2

حدث فورم پر غیر مقلد رضا حسان کی تحریر کا لنک ۔
- :امام اعمش کے عنعنہ پر آخری اعتراض

امام اعمش کی تدلیس کے تعلق سے ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے ۔ کہ اگر امام اعمش کی کی ابی وائل شقیق بن سلمہ سے معنعن روایت کو مطلقاً سماع پر محمول کیا جائے تو ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی عدالت)نعوذباللہ(ساقط ہو جاتی ہے ۔
اس اعتراض میں بھی کوئی دم نہیں ہے ۔ مزید یہ کے اس کا جواب بھی آپ خود غیر مقلدین کے محدث محب اللہ راشدی کی کتاب سے پڑھ سکتے ہیں ۔ میں یہاں صرف حوالہ دینے پر اکتفا کرتا ہوں ۔
(مقالات راشدیہ ، جلد اول ص 339 تا 344)

الحمدللہ امام اعمش کی تدلیس پر اعتراض کے تعلق سے ہمارا یہ مضمون مکمل ہوا ۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کے وہ سب کو سمجھنے اور حق کو ماننے کی توفیق دیں ۔
.آمین ۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

- :اعتراض نمبر 4

اس روایت پر اگلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث قرآن و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہیں ۔

- :الجواب

سب سے پہلے تو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وسیلہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قرآن سے ثابت ہے ۔ لہذا منکر وسیلہ منکر تعلیم قرآن بھی ہیں ۔

- :قرآن کریم سے دلیل

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَo
(البقرة، 2: 89)

- :ترجمہ

اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب)قرآن (آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب)توریت (کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے اسی نبی)صلی اللہ علیہ وسلم (کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر ۔

(سورۃ البقرہ ، 89)
اس قرآن کی آیت کی تفسیر بھی حدیث سے ملاحظہ فرمائیں ۔
کانت یهود خیبر تقاتل غطفان فکلما التقوا هزمت یهود خیبر فعاذت الیهود بهذا »
الدعاء اللهم إنا نسألك بحق محمد النبي الأمي الذي وعدتنا أن تخرجه لنا في آخر الزمان
ألا نصرتنا علیهم قال فکانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاء فهزموا غطفان فلما بعث النبي
«کفروا به فأنزل الله وقد کانوا یستفتحون بك یا محمد علی الکافرین
یہ وسیلہ اس وقت کا ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری حیات میں نہ تھے ۔ یعنی موجود نہ تھے ۔
اور اس قرآن کی آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ رب العزت کے یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ مقبول و مجرب ہے ۔ کہ جب یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ لے کر اللہ سے دعا کی اور اللہ رب العزت نے انہیں کامیابی و کامرانی عطا کی تو وہ شخص جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہے اس کے لئے یہ وسیلہ کیوں کر فائدہ مند نہ ہوگا ۔
اور ایسا کیسے ہو کہ اللہ رب العزت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو اس سے محروم رکھے ۔ لہذا ثابت ہوا وسیلہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کے مطابق ہے ۔
الحمدللہ ۔
اب سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب ملاحظہ ہو ۔ اور اسی روایت سے ان شاءاللہ عزوجل آپ کو عمل صحابہ کی بھی دلیل مل جائے گی ۔
عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ " ثَابِتٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَنِي قَالَ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَادْعُهْ قَالَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِيَ اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ

ترجمه:- حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کر یم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلّم کے پاس آیا ا ور اس نے کہا :میر ے لئے اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے عا فیت بخشے،تو حضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلّم نے کہا :اگر تم چاہو تو میں مو خر کردوں اور وہ تمھارے لئے بہتر ہے اور اگر چاہو تو دعا کر دوں ،اس نے کہا :دعا کر دیجئے، تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلّم نے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز)نفل (پڑ ھے اور اس طر ح سے دعا کر ے ۔

اۓ اللہ !میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف رحمت والے نبی محمد صلی اللہ " : علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلّم کے وسیلے سے متوجہ ہو تا ہوں ،یا محمد صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلّم !بے شک میں نے آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف لَو لگائی اپنی اس ضرورت میں تاکہ میری یہ ضرورت پو ری ہو جاۓ،اۓ اللہ تو میری اس ضرورت کو پوری فرما۔

(سنن ابن ماجہ ، رقم 1385)

اس روایت کو کئی حفاظ حدیث نے حدیث کی کتابوں میں درج کیا ہے میں نے صرف ایک حوالہ پیش کیا ہے ۔

مزید یہ کے روایت جماعت منکرین توسل)غیر مقلدین(کے یہاں بھی صحیح ہے ۔

اس روایت میں دعا کے الفاظ غور کرنے والے ہیں ۔ اور غیر مقلدین کا اس میں رد بلیغ ہیں

اۓ اللہ !میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف رحمت والے نبی محمد صلی اللہ " " علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلّم کے وسیلے سے متوجہ ہو تا ہوں ،یا محمد صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلّم !بے شک میں نے آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف لَو لگائی " اپنی اس ضرورت میں تاکہ میری یہ ضرورت پو ری ہو جاۓ

اس میں صاف الفاظ ہیں کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لے کر وسیلہ پیش کر رہے ہیں ۔

اپنی دعا میں کسی شخص کا نام لے کر دعا کرنا ذات کا وسیلہ کہلاتا ہے ۔

اور اس روایت میں نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ لیا ، جو کہ بدعتی فرقہ)فرقہ غیر مقلد(کے یہاں بدعت ہے ۔)نعوذباللہ

لہذا ثابت ہوا کہ فرقہ غیر مقلدیت کا صحابہ کے طریقہ سے کوئی سروکار نہیں بلکہ صحابہ کا عمل بھی ان کے یہاں بدعت کے زمرے میں آتا ہے ۔ اللہ ایسے لوگوں سے اہل ایمان کی حفاظت فرمائے ۔
آمین ۔
اس روایت کے تعلق سے غیر مقلدین ایک اعتراض کرتے ہیں اس کا بھی جواب ملاحظہ فرمائیں ۔
غیر مقلدین اس روایت کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں صحابی نے (1
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اس وقت لیا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے لہذا یہ روایت سنیوں کی دلیل نہیں ۔
جواب :- اول تو یہ کہ غیر مقلدین حضرات کی وسیلہ کی تقسیم یہ ہے ۔
قبل از وصال (۱
بعد از وصال ۔ (۲
یہ تقسیم بذات خود ایک بدعت ہے ۔ اس تقسیم کا وجود قرآن و سنت میں کہیں بھی موجود نہیں ۔ لہذا اس تقسیم کے ماننے والے حضرات بدعتی ہے ۔
تو اب غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ خود قرآن مجید کی صریح آیت یا صریح حدیث رسول سے اپنی اس تقسیم کو ثابت کریں ۔ یا پھر قرآن پاک یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت کریں کہ روایت منسوخ ہے ۔ چونکہ منسوخ ثابت کرنے کے لئے ناسخ کی ضرورت ہوتی ہے لہذا ناسخ درکار ہے ۔
اب اگر وہ اس روایت کو منسوخ ثابت نا کر پائے تو اس پر عمل لازم ہے ۔ کیوں کہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ ہے ہر صحیح حدیث پر عمل کرنے کا ۔ اور یہ روایت غیر مقلدین کے یہاں بھی صحیح ہے لہذا عمل اس پر لازم ہے ۔ اور عمل نا کریں تو صحیح حدیث پر عمل نا کرنے کی وجہ بتائیں ۔ جب کہ روایت منسوخ بھی نہیں ۔ کیا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کے بدعتی غیر مقلدین حضرات کے قیاس باطلہ سے مردود و منسوخ ہو جائے گی ؟

دوسری بات یہ کہ اس روایت میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر وسیلہ لے رہے)جو کی ذات کا وسیلہ ہے(تو کیا غیر مقلدین حضرات اس عمل کے قائل ہے ؟
اگر نہیں تو قبول کریں صحابی کے فعل و عقیدہ اور وہابی کے فعل و عقیدہ میں فرق ہے
اس روایت و وسیلہ کے تعلق سے کچھ سوالات و نکات بھی ذہین میں ہے جو آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا ۔
1) پہلا سوال یہ ہیں کہ غیر مقلدین حضرات مسلۂ وسیلہ پر بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں ۔ اس کے برعکس وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں وسیلہ جائز تھا ۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ عمل بھی بدعت ہو سکتا ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں سنت تھا ؟ اور جس عمل کی تعلیم خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحتاً ثابت ہے ؟
جب کہ بدعت کی تعریف ابن حجر سے تو یہ ہے کہ وہ عمل جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہ رہا ہو ۔ اب بتائیں وسیلہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتایا ہوا عمل بدعت ہو گیا اور بدعت کی وہ بدعتی تقسیم جس پر کوئی دلیل نہیں وہ غیر مقلدین کے سنت بن گئی ۔
لہذا ثابت ہوا کہ وسیلہ پر بدعت کا فتویٰ جھوٹا ہے اور جو وسیلہ کا انکار کرتے ہیں اور بدعت کہتے دراصل وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و عمل کو بدعت کہنے کی جسارت کرتے ہوئے منکر تعلیم و سنت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور بدعتی ہے ۔
2) دوسرا یہ کہ جیسا کہ ہم نے دیکھا اور غیر مقلدین بھی یہ مانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں وسیلہ جائز تھا ۔ اس کا مطلب ہر عرب و غیر عرب صحابی کو وسیلہ کے جواز کا علم تھا دوسرے لفظوں میں صحابہ کا وسیلہ پر اجماع تھا ۔

اب سوال آتا ہے کہ وہ کون سی ذات ہے جس نے تمام صحابہ کو یہ بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد حضور کا وسیلہ جو سنت ہے بدعت بن جائے گا ؟

یعنی فرض کیجئے آج وہ دن ہے جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری وصال ہوا ۔

تو اب تمام صحابہ کو یہ کیسے پتا چلا کہ آج سے وسیلہ بدعت و حرام ہے ؟؟

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے قبل فرمایا تھا کہ میرے (3 وصال کے بعد وسیلہ جو سنت ہے بدعت بن جائے گا؟ اور جو میں نے صحابہ کو وسیلہ کے تعلیم دی ہے وہ منسوخ ہو جائے گی ؟

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نا بتایا تو کیا خلیفہ اول حضرت ابو (4 بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا یا خلفاء راشدین میں سے کسی نے بتایا ؟

یا کسی اور صحابی نے باقی صحابیوں کو بتایا ؟؟

آخر تمام صحابہ کو پتا کیسے چلا کہ ایک ایسا عمل جو سنت ہے آج بدعت بن گیا ؟

اللہ کی عزت کی قسم غیر مقلدین حضرات کبھی وہ نام نہیں بتا سکتے تو انہیں مان لینا چاہئے کہ ان کی وسیلہ پر جو بدعتی تقسیم ہے وہ بالکل باطل و مردود ہے ۔

وسیلہ پر ابن ماجہ کی جو حدیث پیش کی گئی ہے اس کی سند کے صحیح ہونے کا (5 آپ حضرات کو بھی اعتراف ہیں تو یہ بتائیں اس صحیح حدیث پر عمل آپ کیوں نہیں کرتے ؟

اگر یہ حدیث منسوخ ہے تو ناسخ پیش کریں. اور منسوخ نہیں تو عمل کریں ۔

مزید یہ بتائیں کہ کیا کوئی شخص کسی زندہ بھائی کی ذات کا وسیلہ لے سکتا ہے ؟ (6 یعنی اپنی دعا میں آپ کسی بھائی کا نام لے کر دعا مانگ سکتے ۔ جب کہ وہ حیات ہو ۔

کہ ائے اللہ ہمارے فلاں نیک بھائی کے وسیلہ سے ہماری فلاں دعا قبول فرما ۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں ؟ جب کہ اوپر ابن ماجہ کی حدیث میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر)یا محمد کہہ کر (وسیلہ لیا ۔

مزید صحیح بخاری کی حضرت عباس کی وسیلہ والی روایت میں بھی حضرت عمر نے اپنی دعا میں نبی کے چچا کے وسیلہ سے دعا مانگی ۔
تو اس عمل کو نا اپنانے پر یہ بات مزید واضح نا ہوئی کے صحابی کے عمل و عقیدہ اور وہابی کے عمل و عقیدہ میں فرق ہے ؟ اور یہ قوم صحابہ کے راستے سے الگ ایک بدعتی قوم ہے ۔
اعتراض نمبر 5 :- مزید ایک بے بنیاد اعتراض کیا جاتا ہےمنکرین توسل کی طرف سے کہ اس روایت میں جو شخص قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گئے تھے ان کا نام روایت میں نہیں ۔ لہذا وہ مجہول ہے ۔ اور سیف بن عمر نے نام بتایا کہ وہ صحابی حضرت بلال بن حارث تھے پر سیف بن عمر ضعیف ہیں لہذا اس کی بات کا اعتبار نہیں ۔
جواب :- عرض ہے کہ مان لیا جائے کہ وہ شخص جو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئے تھے وہ بلال بن حارث نہیں تھے ۔ کیا غیر مقلدین بتا سکتے ہیں کہ وہ بلال بن حارث نہیں تھے تو کون تھے ؟
ائمہ نے اس پر ہی اعتماد کیا ہے کہ وہ شخص بلال بن حارث تھے ۔ سلف کا انکار تو آپ کے خون میں ہیں چلیں نا مانیں ۔ پر یہ تو بتا دیں اس بات سے روایت پر کیا اثر پڑتا ہے ؟؟
اس روایت کا انحصار اس شخص پر نہیں جو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئے بلکہ اس روایت کا انحصار اس پر ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو قبول کیا ۔
جب وہ شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تو نا کہا کہ تو قبر رسول پر حاجت روائی کے لئے کیوں گیا ؟ انہیں یا رسول اللہ کہہ کر کیوں پکارا ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ کا وسیلہ اب بدعت و شرک ہو چکا ہے لہذا تم مشرک و بدعتی ہو گئے چلو کلمہ پڑھو ۔
بلکہ ان کی بات پر یقین کرتے ہوئے اس پر ندامت کی ، رو پڑے اور ان کے کسی عمل پر کوئی اعتراض نا کیا جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ صحابہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سارے امور جائز ہے ۔ لہذا جس امر پر مہر فاروق اعظم لگ گئ وہ

امر شرک و بدعت کیسے ہو سکتا ہے ؟ لہذا صحابی کے عقائد و عمل کو اپنایا جائے گا اور وہابی کے عقائد و عمل کو بدعت کہا جائے گا۔

مزید یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ اس روایت کا انحصار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ہے ۔ جنہوں نے اس عمل پر مہر لگائی ہے لہذا منکرین توسل کا یہ اعتراض بھی باطل و مردود ہے ۔

اس اعتراض کی حقیقت خود غیر مقلدین کے بڑے محدث البانی صاحب اور ناصبیت کے پیشوا کفایت اللہ سنابلی صاحب سے بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

جب چار دن قربانی کے مسئلہ پر ان کے پاس بے سند اقوال کے کچھ ہاتھ نا لگا تو اپنی عوام کے دلوں کو دلاسا دینے کے لئے اور بے سند اقوال کو قبول کرنے کے لئے کیا لکھتے ہیں یہ بھی دیکھ لیں تاکہ ان کی منافقت کا اندازہ بھی آپ کو ہو جائے کہ ان کے اصول طبیعت کے مسائل کو دیکھتے ہوئے کس طرح سے بدلتے ہیں ۔

ناصبی کفایت اللہ سنابلی صاحب البانی صاحب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

:البانی فرماتے ہیں "

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ضمانت نہیں لی ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے جملہ حضرات کے اسماء کی حفاظت کرے گا بلکہ اس نے صرف کتاب و سنت کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے ۔ جیسا کہ فرمایا:)ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے (پس کسی بھی ثابت شدہ نص پر عمل کرنا واجب ہوگا ، خواہ اس کے قائلین یا اس پر عمل کرنے والوں کے نام معلوم ہو یا نا ہو ۔

(چار دن قربانی کی مشروعیت ، از کفایت اللہ سنابلی ، ص 33)

عرض ہے جب نام کا محفوظ ہونا کوئی مسئلہ نہیں ہیں تو اس روایت پر نام ظاہر کرنے کا واویلہ کیوں مچایا جاتا ہے ۔ یعنی جب اپنے پر آئے تو بے سند اقوال بھی حجت ہے اور جب اپنی طبیعت کے مخالف روایت ہو تو سند موجود ہونے پر بھی پر زور کوشش کرنا کہ کیسے روایت کا انکار کیا جائیگا کیا یہ حدیث کی خدمت ہے ؟

امید ہے اب غیر مقلدین اب اس روایت پر ایسا اعتراض نہیں کریں گے جس چیز کی ضمانت ہی نہیں لی گئی ۔ اور یہاں اس اعتراض کا جواب بھی مکمل ہوا ۔

- :روایت مالک الدار اور ائمہ محدثین

اس باب کے تحت ہم کچھ چنے ہوئے ائمہ کرام اور امام گمراہیت ابن تیمیہ کے حوالہ سے اس روایت کا ان کے نزدیک یا ان کے اصول سے صحیح ہونا ثابت کرینگے ۔ یعنی یہ بتایا جائے گا کہ اس روایت کے تعلق سے ان کا کیا نظریہ تھا یا یہ کہ یہ روایت ان کے اصولوں پر پوری اترتی ہے ۔

ابن تیمیہ اور روایت مالک الدار (1

ابن تیمیہ نے اس روایت کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہ کی بلکہ اس واقعہ کی تصدیق کی اور یہ بھی کہا کہ وہ اسی طرح کے کئی واقعات جانتا ہے جو انبیاء و اولیاء دونوں کے تعلق سے پیش آئے ہیں ۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں ۔

و كذلك أيضاً ما يروى: أن رجلاً جاء إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فشكا إليه الجدب عام الرمادة ، فرآه وهو يأمره ان ياتى عمر ، فيامره ان يخرج يستسقى بالناس فان هذا ليس

من هذالباب و مثل هذا يقع كثيرا لمن هو دون النبى صلى الله عليه وسلم ، و اعرف من هذا وقائع و كذلك سوال بعضهم للنبي صلى الله عليه وسلم او لغيره من امته حاجة متقضى له. فان هذا قد وقع كثيرا ...

اور اسی طرح وہ احادیث بھی جو روایت کی جاتی ہے کہ ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کےپاس آیا ، اس نے قحط سالی کی شکایت کی عام الرمادۃ کے وقت ، پس اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ حضرت عمر کے پاس جائیں اور ان کو حکم دیں کہ وہ نکلیں اور لوگوں کو نماز استسقاء پڑھائیں ۔ یہ جو روایت ہے اس باب سے نہیں ہے ۔ اور ان جیسے واقعات ان لوگوں کے ساتھ بھی بکثرت واقع ھوتے رہتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم مرتبہ والے ہیں ۔اور میں ان میں سے کچھ واقعات جانتا بھی ہوں ۔ ہیں اور اسی طرح بعض لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے علاوہ

آپکی امت میں سے کسی دوسرے سے اپنی حاجت پوری کرنے کا سوال کرنا اور پورا ہونا بیشک اس طرح کے واقعات کثرت سے واقع ہوئے ہیں ۔،
(اقضاء الصراط المستقیم ، ابن تیمیه ، جلد اول ، ص 735)

لہذا ثابت ہوا کہ یہ روایت سب سے پہلے مسئلہ توسل کے منکر اور بائئ بدعتی تقسیم)زندوں کا وسیلہ اور وصال ہوئے لوگوں کا وسیلہ (کے نزدیک بھی صحیح ہے ۔

علامہ ابن کثیر اور روایت مالک الدار (2

علامہ ابن کثیر کے نزدیک یہ روایت بالکل صحیح ہے ۔
انہوں نے اس روایت کی تصحیح تین مقامات پر کی ہے ۔
تفسیر ابن کثیر ۔
البدایه والنہایه ۔
مسند الفاروق ۔
لہذا ثابت ہوا کہ علامہ ابن کثیر کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے ۔ یعنی ان کے نزدیک بھی یہ وسیلہ جائز تھا ۔ ورنہ وہ اس روایت کی تصحیح نا کرتے ۔

امام ذہبی اور روایت مالک الدار (3

امام ذہبی نے اس روایت کو اپنی دو کتاب میں درج کیا ہے ۔
(سئیر اعلام النبلاء ، سیرۃ عمر بن الخطاب)
(تاریخ الاسلام ، عہد خلفاء راشدین ، جلد 3 ، ص 273)
اور کہیں بھی اس روایت پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی ۔ مزید یہ کہ آپ منکرین توسل کے دو بڑے اعتراض پر نظر ڈالیں ۔ تو آپ کو پتا چلے گا کہ یہ دونوں اعتراض امام ذہبی کے موقف کی خلاف بھی ہے ۔
مالک الدار کو منکرین توسل مجہول کہہ کر روایت پر اعتراض کرتے ہیں ۔ (1
جب کہ امام ذہبی نے مالک الدار کو صحابہ کی فہرست میں شمار کیا ہے ۔)حوالہ پیچھے گزرا (
دوسرا یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اعمش نے ابو صالح سے معنعن روایت کی ہے ۔ (2

جب کہ امام ذہبی اعمش کی ابو صالح سے روایت کو سماع پر محمول جانتے ہیں ۔
دیکھئے میزان الاعتدال ۔)حوالہ پیچھے گزرا(
یعنی غیر مقلدین کے دو بڑے اعتراض کو امام ذہبی مانتے ہی نہیں ۔
لہذا ثابت ہوا کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح و ثابت ہے ۔

شارح بخاری امام ابن حجر اور روایت مالک الدار (4

امام ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح و ثابت ہے اور ان کے اصولوں کے مطابق ہے ۔
اول تو انہوں نے خود اس روایت کی تصحیح کی ہے جو کہ اصول غیر مقلدین کے تمام رواۃ کی توثیق کے ساتھ ساتھ اس کے متصل ہونے کی بھی دلیل ہے لہذا سارے اعتراض کا دفاع اس سے ہی ہو جاتا ہے پھر بھی تفصیل ذکر کئے دیتے ہیں ۔
امام ابن حجر اس روایت کے تعلق سے لکھتے ہیں ۔
"وروى ابن أبي شيبة بإسناد صحيح من رواية أبي صالح السمان عن مالك الدار "
امام ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جو ابی صالح السمان عن مالک الدار سے روایت ہے ۔
(فتح الباری شرح صحیح البخاری ، جلد 2, ص 413)
بعض جاہل حضرات لکھتے ہیں کہ امام ابن حجر نے اس روایت کی سند کو ابی صالح السمان تک ہی صحیح کہا ہے ۔
عرض ہے اس قول میں کہا لکھا ہے کہ یہ روایت یہاں تک صحیح ہے اور اس میں فلاح علت ہے ؟ اتنا صاف قول ملنے کے باوجود غیر مقلدین کو بس فتنہ ہی پھیلانا ہے ۔
چلیں ہماری نا مانیں اپنے گھر والوں کی مان لیں ۔
غیر مقلدین کے شیخ ابن باز اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں
" هذا الأثر على فرض صحته كما قال الشارح ليس بحجة
اگر اس روایت کو ابن حجر کے کہنے کے مطابق صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ حجت نہیں
(تعلیق فتح الباری ، جلد 2, 575)

لہذا ثابت ہوا ابن حجر نے اس روایت کی تصحیح کی ہے جیسا کہ ابن باز نے بھی اقرار کیا بھلے ہی بعد میں روایت کے انکار کے بہانے بھی تلاش کئے جناب نے ۔اللہ ہدایت دیں ان منکروں کو ۔

ثانیاً اس میں ایک اعتراض اعمش کی تدلیس کا ہے تو عرض ہے اس کا جواب بھی خود ابن حجر سے دیا جا چکا ہے وہ اعمش عن ابی صالح کی روایت کو اصح الاسانید میں ذکر کرتے ہیں ۔ لہذا یہ روایت ان کے نزدیک نا صرف صحیح بلکہ "اصح "ہے ۔

پھر جہاں تک بات ہے مالک الدار کی جہالت کی تو ابن حجر نے اس روایت کی تصحیح کر کے ان کی توثیق کر دی جیسا کہ اصول پیچھے بیان ہوا ہے ۔

مزید ایک اصول غیر مقلدین کے محقق کی زبانی سن لیں ۔

لکھتے ہیں ۔

اس پر جرح مفسر نہیں ہیں ،اس کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے لہذا یہ حسن " الحدیث ہے ، حافظ ابن حجر ایک اصول بیان کرتے ہیں ۔ 'جہاں تک)رباح کی دادی (کی عدالت کا تعلق ہے ۔ تو اس کو صحابہ میں ذکر کیا گیا ہے ، اگرچہ اس کا صحابیہ ہونا ثابت نہ بھی ہوگا تب بھی اس کیسی راویہ کی عدالت کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا ۔

(السنہ ، جلد 1 ، شمارہ نمبر 1 ، ذی القعدہ 1429 ھ ، نومبر 2008)

یعنی امام ابن حجر کا یہ اصول ہے کہ جس شخص کو صحابی کہا گیا ہو اور اس کا صحابی ہونا ثابت نا ہو تب بھی اس کی عدالت کے تعلق سے سوال نہیں کیا جائے گا اور اسے ثقہ یا حسن الحدیث مانا جائے گا ۔

غیر مقلدین کے اعتراضات کا محاسبہ کر لیا گیا اور اسے ابن حجر کے اصول کے خلاف پایا گیا ۔ لہذا یہ روایت بیشک ابن حجر کے نزدیک صحیح و ثابت ہے۔

غیر مقلدین کے محدث عبدالرحمن مبارکپوری (5

نا صرف اہل سنت بلکہ غیر مقلدین علماء کے اصولوں پر بھی یہ روایت پوری اترتی ہیں جیسا کہ پہلا اعتراض مالک الدار کے مجہول ہونے پر ہے ۔

تو اس کے لئے صرف اتنا لکھنا ہی کافی ہے کہ عبدالرحمن مبارکپوری صاحب کے نزدیک اگر امام ابن حبان کسی کو کتاب الثقات میں درج کر دیں تو اس راوی پر سے جہالت کا ارتفاع ہو جاتا ہے اور راوی کی ثقاہت واضح ہو جاتی ہے ۔

بلکہ عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے تو ایک مقام پر ابن حبان کو متساہل ماننے سے انکار کیا ہے ۔

" واما قوله ابن حبان من فهو مردود عليه "

(ابکار المنن ، ص 454)

اور اس کے بعد قریب دو سے تین صفحات انہوں نے ابن حبان کی توثیق کا دفاع کیا ہے اور لکھتے ہیں.

و اما قوله: فلا اعتداد بما ذكره فى ذالك الكتاب فمردود عليه، فإن المحدثين قد اعتدوا " بثقات ابن حبان و صرحوا بأنه يرتفع الجهالة عمن قيل: أنه مجهول ، بتوثيقه و ذكره ابن حبان في الثقات.

اور یہ کہنا کہ "اس کتاب میں جو مذکور ہے نامقبول ہے "مردود ہے ۔ کیونکہ محدثین نے ابن حبان کی کتاب الثقات کو معتبر مانا ہے اور یہ صراحت کی ہے کہ جس راوی کو مجہول کہا گیا اسکو ابن حبان کے ثقہ کہنے اور اور اپنی کتاب الثقات میں ذکر کرنے سے وہ راوی مجہول نہیں رہتا ۔

(ابکار المنن - ص 455)

یہی عبدالرحمن مبارکپوری صاحب اپنی کتاب تحقیق الکلام میں امام ابن حبان کو متساہل کہنے کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

جواب اس کا یہ ہے کہ جس نے یہ لکھا ہے وہ فن حدیث سے ناواقف ہے اور کتاب " الثقات ابن حبان کو ناقابل اعتبار بتانا اس کے ناواقف ہونے کی ظاہر دلیل ہے ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبان متساہل ہیں مگر ساتھ اس کے ان کی وہ توثیق جس کی نسبت کسی ناقد فن نے کچھ کلام نہیں کیا ہے بلا شبہ مستند و معتبر ہے اور اس سے مجہول کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے ۔

(تحقیق الکلام - ص 81 ، عبدالرحمن مبارکپوری)

دوسرا بنیادی اعتراض امام اعمش کی تدلیس کا ہے اس پر بھی ان کا مؤقف دیکھ لیں ۔ لکھتے ہیں ۔

کیف یکون اسناده الی الاعمش علی شرط الشیخین و فیه الاعمش وهو مدلس وقد " رواه عن ابی صالح بالعنعنة. قلت نعم هو مدلس لکن عنعنة عن ابی صالح محمولة علی .... الاتصال

کیسے ہو سکتا ہے اعمش تک اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہو جب کہ اس میں اعمش ہے اور وہ مدلس ہے اور اس نے ابو صالح سے عن سے روایت بیان کی ہے ۔
میں کہتا ہوں کہ ہاں اعمش مدلس ہے لیکن ابو صالح السمان سے ان کا عنعنہ سماع و " اتصال پر محمول ہوتا ہے ۔

(تحفة الاحوذی ، جلد 2, ص 476/477 ، باب 307, رقم 418)

لہذا یہ اعتراض بھی عبدالرحمن مبارکپوری صاحب کے اصولوں کے خلاف ہے ۔ پر اب اسے مسلکی مجبوری کہے یا اپنے بڑوں کی اندھی یا پھر ان حضرات کی ہٹ دھرمی کہ ایسی صحیح ترین روایت کا انکار صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ ان کے مسلک و نفس کے خلاف ہے ۔

غیر مقلد ناصرالدین البانی اور اعتراضات روایت مالک الدار (6

ناصرالدین البانی صاحب ہی پہلے شخص ہے جنھوں نے اس روایت پر سب سے پہلے اعتراض کیا۔ انہوں نے اس روایت پر مالک الدار کی جہالت کا اعتراض کیا حالانکہ یہ اعتراض انہوں نے خود اپنے اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کیا ۔
ان کے اصول کی شہادت ان کے ہی پیروکار ارشاد الحق اثری صاحب سے ملاحظہ فرمائیں ۔

اور کئی ایک مقامات پر تابعین کے دائرے میں شیخ البانی نے بھی قبول کیا ہے کہ " جس تابعی سے دو سے ذائد ثقہ راوی روایت کرنے والے ہوں اور کسی نے اس کی تعدیل نہ " کی ہو تو شیخ البانی اسے بھی تعدیل کے زمرے میں شامل کر لیتے ہیں
(ضوابط الجرح و التعدیل ، ص 38, ارشاد الحق اثری)

یعنی اگر راوی مستور ہو مگر تابعی ہو تو بھلے ہی کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو البانی صاحب کا منہج یہ ہے کہ اسے بھی ثقات میں شمار کرتے ہے ۔ اور مالک الدار تو مخضرم ہے مزید یہ کہ مجھول العین بھی نہیں لہذا البانی صاحب کے اصولوں سے ثقہ ہے ہر حال میں ، اور یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ مالک الدار پر مجھول کی جرح البانی صاحب نے اپنے ہی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر کی گئی ہے ۔

پھر جہاں تک اعمش کی تدلیس کے اعتراض کی بات ہے خود البانی نے اس روایت پر یہ اعتراض نہیں کیا اور ان کا مؤقف اعمش عن الشیوخ کے تعلق سے پیچھے بیان کیا جا چکا ہے ۔ لہذا مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ۔

یہی وہ حدیث کی خدمت جو انہوں نے مرتے دم تک انجام دی ہیں اور نہ جانے کتنے لوگوں کے ایمان کو پروان چڑھا دیا ۔

عادات وہابیاں پر ایک شعر سے اختتام کیا جاتا ہے ۔

تیری بات کو بت حیلہ گر نہ قرار ہے نہ قیام ہے ۔ "

" کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے ۔

آخر میں ایک اور بزرگ ہستی کے کلام سے اختتام کی طرف جاتے ہیں ۔

7) مفتی مکہ شیخ محمد بن علوی مالکی رحمہ اللہ اس حدیث پر اعتراض کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

" وہ حضرات جنہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ گمراہی و کفر ہے)یعنی حضرت بلال بن حارث کا قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر وسیلہ و استغاثہ کرنا (اور نہ انہوں نے متن حدیث پر کسی قسم کا اعتراض کیا اس حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے جلیل القدر صاحب علم نے حوالہ دیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے ۔

حفاظ حدیث میں ان کا جو مقام و مرتبہ اور علم و فضل ہے وہ محتاج بیان نہیں "

(مفاہیم یجب ان تصحح ، ص 151)

بیشک ائمہ کرام نے نہ اس روایت کی سند پر کلام کیا اور نہ ہی متن پر کلام کیا اور نہ ہی اس عمل کو شرک و کفر یا بدعت و گمراہی کہا جو اس بات کی دلیل ہے یہ عمل اہل سنت والجماعت کا متفقہ معمول ہے ۔

الحمدللہ رب العالمین یہاں غیر مقلدین کی طرف سے کئے جانے والے ہر چھوٹے بڑے اعتراض کا جواب دیا جا چکا ہے ۔



اللہ رب العزت سے دعا ہے ایسے جھوٹے مکاروں کے شر سے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ اور ہمیں اس صحیح ترین حدیث کا اقرار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

طالب دعا: ڈاکٹر محمد آفاق فاروقی ۔

فقط والسلام ۔